رجسٹر نمبر ایل ۱۷۷۵

قال اللہ تعالیٰ وقرآناً فرقناہ لتقرأہ علی الناس علیٰ مکث ونزلناہ تنزیلا

چوں آیت موصوفہ دال ست بر نافعیت تعلیم تدریجی برائے عامۂ ناس

حاضر باشد یا بادی ٭ ونیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ کہ مشتمل ست بر

مقاصد و مبادی ٭ پس اتباعاً للنص المزبور ٭ صحیفہ شہریہ کہ متدرج ست بتدریج شہور

مسمّٰی بہ

الہادی

نمبر ۶ | بابت شوال المکرم ۱۳۴۳ھ | جلد ۱

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب حاضر و بادی و مذکر ست در ہر مجلس و نادی

و مکمن ست برائے ہر جامع مقاصد و مبادی ٭ بصورت ترجمہ رسالہ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ

و مصالح عقلیہ و کلید مثنوی و تشرف کہ اکثر آں مستفاد ست از درگاہ ارشادی

یعنی خانقاہ اشرفی امدادی ٭ بادارۂ محمد عثمان عامی ٭ در ہر ماہ اسلامی

در مطبع محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانہ اشرفیہ [illegible]

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت شوال ۱۳۴۳ھ جو

بہ برکت دعا حکیم الامتہ محی السنتہ حضرت مولٰنا شاہ محمد اشرفعلی صاحب تھانوی مدظلہم العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلان دہلی سے شائع ہوتا ہے

اُصول و مقاصد رسالہ الہادی اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امتہ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بحمداللہ عین تاریخ پر ہی شائع ہوتا ہے۔

(۳) کسی ماہ کا رسالہ علاوہ ٹائٹیل کے ڈھائی جزء سے کم نہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کیضرورت سے اس سے بھی بڑھ جانا ممکن ہے اور قیمت سالانہ عہ ہے۔

(۴) سوائے ان صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں جملہ حضرات خریداران کیخدمت میں رسالہ وی۔پی بھیجا جائیگا اور دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کرکے عہ کا وی۔پی روانہ ہوگا جسپر دو آنہ فیس منی آرڈر ڈاکخانہ اضافہ کریگا اور عہ میں وی۔پی پہنچیگا۔

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ ارسال کیاجاتا ہے وہ جبتک پیشگی قیمت نہ بھیجینگے۔ یا وی۔پی کی اجازت نہ دینگے۔ دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۶) جو صاحب دو تین ماہ کے بعد خریدار ہونگے انکی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی جمادی الاول ۱۳۴۳ھ سے بھیجے جائینگے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جائینگے۔

الراقم

محمد عثمان مالک و مدیر رسالہ "الہادی" دہلی

اور ان پر سکینہ اور اطمینان نازل ہوتا ہے اور رحمتہ پروردگار اس کو ڈھاک لیتی ہی
اور اللہ تعالی اپنے حاضرین خدمت کے درمیان ان کا تذکرہ فرماتے ہیں اور جس شخص کے
عمل نے اس کے ساتھ دیر کی اس کا نسب اس کے ساتھ جلدی نہیں کریگا (یعنی عالی نسب ہونا
بغیر عمل کے کچھ کام نہ آئیگا۔ سادات عظام اور اولاد اولیا وعلما کو اس سے عبرت حاصل کرنا
چاہیئے) اس حدیث کو مسلم ابو داؤد ترمذی نسائی۔ ابن ماجہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور
حاکم نے روایت کیا ہے۔ اور ابو دردار رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے
سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے جو شخص کسی راستہ میں بالغرض تحصیل علم چلیگا
اللہ تعالی اس کے واسطے جنت کا راستہ سہل فرمادیں گے۔ اور بیشک فرشتے طالبعلم
کے واسطے اپنے پر پھیلا دیتے ہیں اس کے اس عمل سے خوش ہونے کی وجہ سے۔ اور
تحقیق عالم اس کے واسطے مغفرت مانگتے ہیں تمام آسمان والے اور زمین والے یہانتک
کہ پانی میں مچھلیاں۔ اور عالم کی فضیلت عابد پر مثل چاند کی فضیلت کے ہے تمام ستاروں
پر اور تحقیق علمار انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء نے روپیہ اشرفی ورثہ نہیں چھوڑا انہوں نے
تو علم ہی کا ورثہ چھوڑا ہے پس جس شخص نے اسکو حاصل کرلیا اوس نے بڑا کامل حصہ لیلیا۔
اسکو ابو داود ترمذی ابن ماجہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔
(ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث عاصم بن رجا ہے حیوہ سے مشہور ہے اور وہ میرے نزدیک
متصل الاسناد نہیں ہے بلکہ یہ روایت عاصم عن داود بن جمیل عن کثیر بن قیس
عن ابی دردار عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مصنف کہتے ہیں اسی سند سے
ابو داو ابن ماجہ ابن حبان نے صحیح میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے
ایک دوسرا اختلاف ہے کہ اوراسے نے کثیر بن قیس عن یزید بن سمرہ روایت کیا ہے۔ اور
اوزاعی ہی نے عن عبدالسلام بن سلیم عن یزید بن سمرہ عن کثیر بن قیس بھی بیان کیا ہے۔
بخاری کہتے ہیں کہ ثانی میرے نزدیک زیادہ صحیح ہے)

اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علم سیکھو اس واسطے کہ اس کا اللہ کے واسطے سیکھنا خشیہ

ہے (یعنی خوف خدا علم ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو نیک و بد فرمانبرداری اور نافرمانی جانتا ہی نہیں تو کون سے کام سے ڈریگا۔ اور کون سے سے نہیں ڈریگا) اور اس کا طلب کرنا عبادت ہے اور اس کا مذاکرہ اور یاد کرنا تسبیح ہے اور اس میں بحث مباحثہ کرنا جہاد ہے۔ اور انجان کو تعلیم کرنا صدقہ ہے اور اس کا اس کے اہل پر خرچ کرنا قربت خدا ہے۔ اس واسطے کہ علم حلال و حرام کے نشان ہیں اور جنت کے راستوں کے منارہ ہیں۔ اور حالت وحشت کا انیس ہے اور مسافرت کا ہمراہی ہے۔ اور تنہائی کا مصاحب ہے۔ اور رہبر ہے راحت و تکلیف کا اور دشمنوں کے مقابلہ میں ہتھیار ہے اور تنہائی کی زینت ہے اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ بہت سی قوموں کی عزت افزائی فرماتے ہیں امورات خیر میں انکو مقتدا اور امام بنا دیتا ہے کہ لوگ اُن کے قدم بقدم چلتے ہیں اور ان کے کاموں کا اقتدا کیا جاتا ہے۔ اور انہیں کی رائے پر (ہر بحث کی) انتہا ہوتی ہے۔ فرشتے ان کی دوستی میں رغبت کرتے ہیں اور اپنے پر ملتے ہیں اور ان کے واسطے ہر تر اور خشک چیز اور دریا کی مچھلیاں اور تمام اس کے کیڑے اور خشکی کے درندے اور چرندے سب مغفرت مانگتے ہیں اسواسطے کہ علم دلوں کے جہل کی موت سے زندگانی ہے اور آنکھوں کا اندھیریوں کا چراغ ہے۔ علم ہی سے بندہ نیکوں کے مراتب اور درجات اعلیٰ کو دنیا اور آخرت میں پہنچتا ہے۔ اس میں غور و فکر کرنا روزوں کے برابر ہوتا ہے اور اس کا درس و تدریس نماز کی برابر ہوتا ہے اوسی کے ساتھ صلہ رحمی کیجاتی ہے اور اسی سے حلال و حرام پہچانا جاتا ہے وہ عمل کا امام ہے اور عمل اس کا تابع ہے۔ نیک نصیب لوگ اس کا الہام کیے جاتے ہیں اور بد نصیب لوگ محروم رکھے جاتے ہیں۔ اس حدیث کو ابن عبد البر نے کتاب العلم میں موسیٰ بن محمد بن عطا قرشی کی روایت سے بیان کیا ہے۔ موسیٰ کہتے ہیں ہم سے اس حدیث کو عبد الرحیم بن زید عمی نے بیان کیا اپنے باپ سے انہوں نے حسن سے اور ابن عبد البر نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے لیکن صاحب کتاب کہتے ہیں کہ اس کی اسناد قوی نہیں ہے۔ ہم نے اس حدیث کو مختلف طریقوں سے روایت کیا ہے حضرت معاذ پر موقوف کر کر اور مرفوع تو بہت ہی غریب ہے۔

۴۲

اور صفوان بن عسال مرادی رضہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ آپ مسجد میں اپنی سرخ چادر پر تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ میں نے جناب سے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں علم سیکھنے کو حاضر ہوا ہوں۔ فرمایا طالب علم کو مرحبا ہے۔ تحقیق طالب علم کو فرشتے اپنے پروں سے ڈھانک لیتے ہیں اور پھر وہ فرشتے اوپر نیچے ہوتے جاتے ہیں۔ یہاں تک تو بتو آسمان دنیا تک پہونچ جاتے ہیں اسوجہ سے کہ ان کو اس علم سے محبت ہے جو کہ طلب کیا جاتا ہے۔ اس روایت کو احمد و طبرانی نے بسند جید نقل کیا ہے اور اس کے الفاظ طبرانی کے ہیں۔ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔ اور صحیح الاسناد بھی کہا ہے اور ابن ماجہ میں کچھ مختصر لفظوں کے ساتھ مروی ہے۔ جو آئندہ مفصل آئیگا انشاء اللہ تعالی۔

اور حضرت واثلہ بن الاسقع سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے علم کو طلب کیا اور پھر اسکو حاصل کر لیا اللہ تعالی اس کے واسطے دوگونہ اجر لکھتے ہیں اور جس شخص نے علم طلب کیا اور نہ حاصل کرسکا اللہ تعالی اس کے واسطے بھی ایک حصہ اجر لکھتے ہیں اسکو طبرانی نے کبیر میں روایۃ کیا ہے۔ راواۃ اس کے ثقہ ہیں۔ مگر ان میں کچھ کلام ہے۔

اور حضرت انس رضہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سات ایسے اعمال ہیں کہ بندہ کو ان کا اجر بعد مردن قبر میں پہنچتا رہتا ہے (۱) جس نے سکھایا علم (۲) کو یا نہر جاری کی (۳) یا کنواں کھدوایا (۴) یا کھجور (یعنی ہر درخت میوہ دار) بوئی (۵) یا مسجد بنائی (۶) یا قرآن کا وارث بنایا (یعنی قرآن شریف کو ورثہ میں چھوڑا) (۷) یا اولاد ایسی چھوڑی کہ جو بعد مردن اس کے واسطے دعائے مغفرت کرتے رہیں۔ اس حدیث کو بزار نے اپنی مسند میں اور ابونعیم نے حلیہ میں۔ اور ابونعیم کہتے ہیں کہ یہ حدیث بروایۃ قتادہ ضعیف ہے اس کی سند میں محمد بن عبداللہ عزرمی ہے اسکو بیہقی نے ضعیف کہا ہے۔ مگر دیگر احادیث صحیحہ سابقہ ان کی شہادت دیتی ہیں۔ لہذا اصل مضمون حدیث ثابت ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کمانے والے نے

کوئی کمائی مثل فضیلت علم کے نہیں کی ہے اسواسطے کہ وہ علم اپنے صاحب کو طریقہ مستقیم کی رہنمائی کرتا ہے۔ یا کم از کم ہلاکت سے بچاتا ہے۔ اور کسی کا دین اسوقت تک مستقیم نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے عمل کو درست نکرے (یعنی صاحب علم اگر اپنے اعمال میں بموجب علم ترقی کرتا ہے تب تو ظاہر ہے کہ طریقہ ہدایت کی طرف ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔ اور اگر توفیق عمل نہ بھی ہوئی تو کم از کم عقیدہ کو بہنچکر کفر و شرک و دیگر بدعات اعتقادیہ سے محفوظ ہوکر ہلاکت سے بچ جاتا ہے۔) اسکو بلفظہ طبرانی نے کبیر میں نقل کیا ہے۔ اور اسناد اس کی متقارب ہے۔

اور حضرت ابوذر رضہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو فرمایا اے ابوذر بیشک یہ بات کہ تو صبح کو جائے اور ایک آیہ قرآن شریف سے سیکھے۔ تیرے واسطے اس سے بہتر ہے کہ تو سو رکعات نماز پڑھے اور یہ کہ تو صبح کو جائے اور ایک باب علم کا تعلیم کرے۔ اس پر عمل کیا جائے یا نہیں تیرے واسطے اس سے بہتر ہے کہ تو ہزار رکعات نماز پڑھے۔ ابن ماجہ نے اسکو بروایہ حسن بیان کیا ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ رضہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دنیا ملعون ہے۔ اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے۔ مگر ذکر خداوندی اور جو اس کے متعلقات میں سے ہو اور عالم اور متعلم (یعنی خدا کی یاد اور جو اس کے ممد ہیں اور علما و طلبا صرف ملعون ہونے سے مستثنےٰ ہیں باقی تمام دنیا کو ملعون فرمایا ہے۔) ترمذی ابن ماجہ بیہقی نے اس کو روایہ کیا ہے۔ اور ترمذی نے حسن کہا ہے

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ایسا آدمی نہیں ہے کہ اس نے ایک یا دو یا تین یا چار یا پانچ کلمے احکام کو فرائض شرعیہ میں سے سیکھا اور سکھلایا ہو اور پھر وہ جنت میں داخل نہ ہوا۔ یعنی ضرور ایسا شخص جنت میں داخل ہوگا۔ یہ طلبا و علما کے واسطے اچھی بشارت ہے) حضرت ابوہریرہ نے فرمایا کہ میں نے کوئی حدیث نہیں بھولا جیسے کہ ان کلمات کو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ اس حدیث کو ابونعیم نے روایۃ کیا ہے اور اسناد حسن ہے۔ اگر حسن کا سماع ابوہریرہ سے ثابت ہو اور حضرت ابوہریرہ ہی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

۴۴

فرماتے ہیں کہ افضل صدقہ یہ ہے کہ مرد مسلمان علم کو سیکھیں اور پھر اسکو اپنے بھائی مسلمان کو سکھلائے اس حدیث کو بھی ابن ماجہ نے بواسطہ حسن باسناد حسن روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابن مسعود رضؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قابل حسد دو شخصوں کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ ایک وہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو مال عطا فرمایا اور اسکو راہ حق میں خرچ کرنے پر مقرر فرمایا۔ اور ایک وہ شخص کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے حکمت یعنی علم عطا فرمایا۔ وہ اس علم کے ساتھ معاملات فیصل کرتا ہے۔ اور ان کو تعلیم کرتا ہے۔ اسکو بخاری ومسلم نے روایۃ کیا۔ حسد دو معنوں میں مستعمل ہے ایک صاحب نعمت کی نعمت کے زوال کی آرزو کرنا یہ شرعًا حرام ہے۔ دوسرے معنے غبطہ بھی مستعمل ہوتا ہے اور وہ صاحب مرتبہ کے مثل ہونے کی آرزو کرنا بدون تمنائے زوال نعمتہ۔ اور اس کا کچھ مضائقہ نہیں۔ حدیث میں یہی مراد ہے۔

اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس علم و ہدایۃ کے ساتھ مجکو اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اس کی مثال ایک بارش کی سی ہے جو کہ ایک زمین کو پہونچی ہو اس زمین کا بعض حصہ عمدہ ہے کہ قبول کرلیا اپنے پانی کو اور خوب چارہ اور گھاس پیدا کی اور اس ہی سے ایک حصہ نشیب میں تھا کہ اپنے پانی کو جمع کرلیا۔ کہ اس سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو نفع پہونچایا اس میں سے پیا بھی اور آب پاشی کی اور وہی بارش ایک ایسے حصہ کو پہونچی کہ وہ کلر میدان تھا کہ نہ پانی کو روکتا ہے اور نہ گھاس کو اگاتا ہے۔ پس یہی مثل ہے اس شخص کی کہ جس نے اللہ کے دین میں سمجھ حاصل کی اور اسکو اس علم نے نفع پہونچایا کہ جس کے ساتھ مجھکو خدا نے مبعوث کیا۔ اور اس نے سیکھا اور سکھایا اور یہ مثال اس شخص کی ہے کہ جس نے اس علم کی طرف توجہ نکی اور اللہ کی اس ہدایت کو قبول نہ کیا جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں۔ اس حدیث میں زمین کی تین قسمیں مذکور ہیں۔ اول وثانی مثال ہیں عالم صادق الایمان کی۔ کیونکہ عالم دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ کہ جو اپنے علم سے صرف اپنی ہی اصلاح کرے اور عامتہ الناس کی اصلاح کی طرف متوجہ نہ ہو۔ اور ایک وہ کہ جو اپنے علم سے خود بھی نفع اٹھائے اور لوگوں کو بھی نفع پہنچائے

اور تیسری مثال ہے اس عالم منافق کی کہ جو علم حاصل کرکے نہ اپنی اصلاح کرے اور نہ کسی دوسرے کو نفع پہونچائے) اس حدیث کو بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ان اعمال وحسنات میں سے کہ جو انسان کو اسکے مرنے کے بعد ملتے ہیں۔ ایک علم ہے کہ جسکو سیکھا اور اس کی نشر واشاعت کی اور ایک اولاد صالح ہے کہ اسکو چھوڑا یا ایک قران شریف ہے کہ جسکو ورثہ میں چھوڑا یا ایک مسجد ہے جسکو تعمیر کیا یا ایک گھر ہے جو مسافروں کے واسطے بنایا یا ایک نہر ہے کہ اسکو جاری کیا یا ایک علاقہ ہے کہ اسکو اپنے مال میں سے زمانہ صحت وحیاۃ میں نکالا ہے۔ کہ اسکو بعد موت ملتا ہے اسکو ابن ماجہ نے باسناد حسن اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اسکے مثل بیان کیا ہے۔ مگر مصحف کو نہیں ذکر کیا۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ ابن آدم جب مرجاتا ہے تو تمام عمل ختم ہوجاتے ہیں مگر تین عمل ایک صدقہ جاریہ دوسرے علم کہ اس سے نفع اٹھایا جائے تیسرے اولاد صالح کہ اس کے واسطے دعائے مغفرت کرتی رہے (یہ تینوں ایسی اشیا ہیں کہ ان سے نفع بعد مرگ بھی پہونچتا ہے) اس روایۃ کو مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

اور ابو قتادہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی کہ بہترین اشیائے متروکہ بعد الوفاۃ تین چیزیں ہیں ایک نیک اولاد کہ جو اسکے واسطے دعا کرتی رہے۔ اور ایک صدقہ جاریہ ہے کہ اس کا اجر پہونچتا رہے اور ایک علم ہے کہ جس پر اس کے بعد عمل ہوتا رہے۔ اسکو ابن ماجہ نے باسناد صحیح روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس امتہ کے علما دو قسم کے ہیں ایک تو وہ کہ جنکو خدا نے علم دیا اور اس نے اس علم کو عام لوگوں پر صرف کیا اور اس کو حطام دنیا کے بدلہ میں نہ بیچا یہ ایک ایسا شخص ہے کہ جس کے واسطے دریا کی مچھلیاں اور جنگل کے جانور اور آسمان کے نیچے کے پرند دعائے مغفرت

٤٠

کرتے ہیں اور دوسرا وہ شخص ہے کہ خدا نے اسکو علم عطا فرمایا اس نے اس علم پر عام لوگوں سے بخل کیا۔ اور اس پر لالچ اختیار کی اور اس کو حکام دنیا کے ساتھ فروخت کیا۔ پس ایسا شخص بروز قیامت آگ کی لگام منہ میں پہنایا جائے گا اور ایک پکارنے والا منادی کریگا کہ یہ وہی شخص ہے جسکو خدا نے علم عطا فرمایا تھا پھر اللہ کے بندوں سے اس کے ساتھ بخل کیا اور لالچ کو اختیار کیا اور حطام دنیا کے بدلے میں فروخت کیا اور اسی طرح عذاب ہوتا رہیگا یہانتک کہ حساب سے فارغ ہو۔ اس حدیث کو طبرانی نے اوسط میں بیان کیا ہی اس کی سند میں ایک راوی عبداللہ بن خداش ہیں کہ جن کی توثیق ابن حبان کی ہے۔

اور حضرت ابو امامہ رضہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ اس علم کو تم چپٹ جاؤ قبل اس کے قبض کئے جانے کے اور اس کا قبض کیا جانا یہ ہے کہ یہ دونوں اٹھ جاویں اور آپ نے انگشت شہادت اور وسطی کو جمع کرکے اشارہ کیا (غرض اس سے عالم و متعلم دونوں ہیں واللہ اعلم بالصواب) پھر فرمایا کہ عالم اور طالب علم دونوں خیر میں شریک ہیں اور باقی تمام لوگوں میں خیر نہیں ہے۔ ابن ماجہ نے اس روایۃ کو بطریق علی بن یزید عن القاسم بیان کیا ہے (یہ مضمون حدیث مقارب ہے۔ اس حدیث کے الدنیا ملعونۃ و ما فیہا الخ یعنی دنیا اور تمام متعلقات دنیا ملعون ہیں الخ یہ دونوں حدیثیں مقتبس ہیں آیۃ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ۔ سے اور لا خیر یعنی عدم خیریت سے مراد خارج از مقصود ہونا ہے۔ اور ایسے ہی مَلْعُوْنٌ یہاں پر بعید از مقصود ہے اور بُعدیۃ از مقصود مستلزم ہے بعد رحمت الٰہی کو کیونکہ مقصود اصلی قرب رحمت الٰہی ہے)

اور حضرت انس بن مالک رضہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین میں علما کی ہستی مثل ستاروں کے ہے کہ بحر و بر کی تاریکیوں میں انہی سے نور ہدایۃ حاصل کیا جاتا ہے۔ پس جبکہ ستارے مٹ جائیں تو قریب ہے کہ رہبر بھی راستہ بھول جائیں۔ امام احمد نے اس روایۃ کو بواسطہ ابی حفص صاحب انس کے روایت کیا۔ اور حافظ منذری فرماتے ہیں کہ میں ان کو نہیں پہچانتا اور سند میں شدین

بھی ہیں۔

اور سہل بن معاذ بن انس رضہ نے اپنے والد سے روایۃ کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے علم کو تعلیم کیا اس کے واسطے تمام عمل کرنے والوں کا اجر ہوگا اس طرح پر کہ اجر عاملین سے کوئی جز کم نہیں کیا جائیگا۔ اس روایت کو ابن ماجہ نے روایۃ کیا ہے۔ سہل بن معاذ میں کچھ مقال ہے جو عنقریب آتی ہے۔

اور حضرت ابوامامہ رضہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضور میں دو شخصوں کا ذکر کیا گیا جن میں سے ایک عابد تھا اور ایک عالم تھا۔ پس آنحضرت علیہ افضل الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ فضیلت عالم کی عابد پر ایسے ہی ہے جیسے کہ میری فضیلت تم میں سے ایک ادنیٰ مسلمان پر۔ پھر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اللہ اور اس کے تمام فرشتے باشندگان زمین وآسمان حتیٰ کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں نیک علم لوگوں کو تعلم کرنے والے پر درود یں بھیجتے ہیں یعنی دعائیں پڑھتے ہیں اسکی ترمذی نے تحسین وتصحیح کی ہے۔ اور بزار نے اس حدیث کو مختصراً حضرت عائشہ رضہ سے نقل کیا ہے۔

اور ثعلبتہ بن الحکم شیہی رضہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ خداوند تعالیٰ جل وعلی جسوقت بروز محشر بندوں کے انصاف کے واسطے اپنی کرسی پر تشریف فرما ہونگے تو علما کو ارشاد فرمائیں گے کہ میں نے اپنے علم وحلم کو تمہارے اندر اس ارادہ سے رکھا تھا کہ تمہاری مغفرت کروں تم جس حالت پر بھی ہو اور پروا نکروں اس حدیث کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔ اور رواۃ اس کے ثقہ ہیں۔ اس حدیث میں امام منذری نے ایک نکتہ بیان کیا ہے کہ رب العزت کے اس فرمان والا شان پر غور کرو کہ "میرا علم اور میری بردباری" اس علم وبردباری کا اپنی طرف مضاف کرنا مظہر ہے کہ اس علم سے زمانہ حال کے اکثر علما کا علم جو کہ عمل اور اخلاص سے خالی ہے وہ مراد نہیں

ف ثانیہ عالم باعمل ہونے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اپنی معلومات کے ہر جز وکل پر عامل ہو۔ بلکہ ضرورت یہ ہے کہ ضروریات دین کا عامل ہو۔ محرمات دین سے مجتنب ہو۔ اگرچہ نوافل ومستحبات کو بعذر یا بلاعذر ترک بھی کردیتا ہو۔

باقی آیندہ

(۹) پس سمجھ لینا چاہیئے کہ الوداع کا خطبہ شرع سے بالکل ثابت نہیں۔ اور اُسکے پڑھنے میں بہت سی خرابیاں ہیں۔ پس اُس کو ضرور چھوڑ دینا چاہیئے۔ رہی یہ بات کہ لوگ اس بہانہ سے آجاتے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوگا تو لوگ نماز میں آنا چھوڑ دیں گے۔ سو سمجھ لینا چاہیئے کہ جو لوگ خدا کے لئے نماز پڑھتے ہیں وہ تو ہر حالت میں آویں گے خطبہ وداع پڑھا جاوے یا کوئی دوسرا خطبہ اور جو لوگ صرف رسم کی پابندی کی وجہ سے آتے ہیں اگر اُس خطبہ کے چھوڑنے کی وجہ سے نہ بھی آویں تو نہ آویں ہم اُن کے بلانے کے لئے کیوں ایک بدعت بڑھائیں۔ ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ اگر وعظ میں تم بیوہ عورتوں کے نکاح کا ذکر نہ کرو تو میں بھی سننے آؤں میں نے کہا تو آج ضرور ہے بیان کروں گا تمہارا جی چاہے آؤ نہ جی چاہے نہ آؤ۔ دین کسی کے آنے کا محتاج نہیں ہے۔ حضرت عمر کی خلافت کے زمانہ میں جبلہ بن ایہم غسان جو کہ ایک بادشاہ تھا مسلمان ہوا حج کے زمانہ میں خانۂ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ دوسرا ایک غریب آدمی بھی ساتھ ساتھ طواف کر رہا تھا اتفاق کی بات کہ اُس غریب آدمی کے پیر کے نیچے اُسکی ازار کا کنارہ دب گیا جبلہ جب آگے بڑھا تو اُس کی لنگی کھل گئی اور ننگا رہ گیا۔ چونکہ اپنے کو وہ بڑا آدمی سمجھتا تھا اور یہ دوسرا شخص نہایت غریب آدمی تھا اِس وجہ سے اُس کو بہت غصہ آیا اور اُس نے ایک طمانچہ اِس زور سے مارا کہ اُس بیچارہ کا دانت ٹوٹ گیا وہ اِسی حالت میں حضرت عمر کی خدمت میں پہنچا۔ اور عرض کیا کہ امیر المومنین جبلہ نے میرا دانت توڑ دیا حضرت نے فرمایا کہ جبلہ کو ہمارے پاس بلالاؤ۔ صاحبو غور کیجئے یہ امتحان کی جگہ ہے کہ ایک بادشاہ کو ایک غریب آدمی کے معاملہ میں پکڑ کر بلا لیا جاتا ہے۔ خیر جبلہ کو لایا گیا۔ حضرت عمر نے پورا واقعہ دریافت کر کے اِس غریب سے فرمایا کہ جبلہ سے اپنا بدلا لے لو۔ جبلہ نے جب یہ سُنا تو بہت غصہ سے کہا کہ امیر المومنین اے مُسلمانوں کے سردار مجھکو اور ایک معمولی بازاری غریب آدمی کو کس چیز نے برابر کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اسلام نے کیونکہ اسمیں تو امیر اور غریب سب برابر ہیں۔ تم نے اُس کا دانت توڑا تھا دانت بھی ضرور توڑا جائے گا۔ دیکھئے اس کا نام ہے دینی بھائی ہونا۔ ایک آج وقت ہے کہ امیروں اور رئیسوں کی دنیا ہی اس دنیا سے جُدا اور نرالی ہے وہ غریبوں کو اِنسان ہی نہیں سمجھتے۔ لیکن اِس گئے گذرے وقت میں بھی اگر اس کا کچھ اثر باقی ہے تو اللہ والوں میں ہے۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ ہے کہ ایک مرتبہ اُن کے ہاں ایک بڑے عہدہ دار شخص مہمان آئے جب کھانے کا وقت ہوا تو حضرت نے

اپنے ساتھ اُن کو بٹھلایا اور چونکہ وہ بڑے آدمی سمجھے جاتے تھے اس لئے دوسرے غریب مہمان اُن کے لحاظ سے پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئے۔ حضرت مولانے فرمایا کہ صاحبو آپ لوگ پیچھے کیوں ہٹ گئے کیا اس وجہ سے ہٹ گئے کہ ایک عہدہ دار جو میرے ساتھ بیٹھا ہے خوب سمجھ لیجئے کہ آپ لوگ میرے عزیز ہیں میرے دل میں جتنی تمہاری عزت ہے ان کی ہرگز نہیں۔ پھر آپ نے سب غریب طالب علموں کو بھی ساتھ بٹھا کر کھلایا شاید اس سے کسی کو یہ شبہ ہو کہ مولانا نے اپنی شان جتلانے کو ایسا کہدیا ہوگا خوب سمجھ لینا چاہئیے کہ وہاں شان اور بڑائی کا نام بھی نہ تھا۔ جن لوگوں نے مولانا کو دیکھا ہے وہ تو خوب جانتے ہیں مگر جن لوگوں نے نہیں دیکھا اُن کے لئے ایک قصہ بیان کرتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ وہاں بڑائی نام کو بھی نہ تھی۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا حدیث شریف پڑہا رہے تھے بادل ہو رہا تھا کہ یکایک ہی بوندیں پڑنے لگیں جتنے بھی طالب علم پڑھ رہے تھے سب کتابیں لیکر بھاگے تاکہ کتابیں خراب نہ ہو جاویں اور سہ دری میں جا کر ٹھیرے اور کتابیں رکھکر جوتے اُٹھانے چلے صحن کی طرف جو منہ کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت مولانا سب کے جوتے سمیٹ کر اکٹھے کر رہے ہیں۔ اس سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ حضرت مولانا اپنے کو کچھ بھی بڑا نہ سمجھتے تھے۔ بلکہ اُن کو صرف دین کی محبت ہی تھی جس سے غریبوں کو امیروں سے کچھ کم نہیں سمجھا۔ یہی لوگ ہیں جن کی برکت سے دنیا کے کام چل رہے ہیں جس دن یہ حضرات نہ رہیں گے قیامت آجاوے گی۔ غرض یہ تو حضرت کا امتحان تھا جس میں وہ پورے اُترے آگے جبلہ کا امتحان ہے کہ دیکھیں کیا سمجھکر ایمان لایا ہے دُنیا کی عزت کے لئے ایمان لایا ہے کہ مسلمانوں کی عزت تو بڑہتی چلی جاتی ہے لاؤ ہم بھی مسلمان ہو جاویں تو ہم کو بھی عزت ملیگی۔ یا صرف خدا کو راضی کرنے اور ثواب جنت ہی کے لئے ایمان لایا ہے۔ ایسے ہی بعض لوگ بزرگوں سے بھی اسی غرض سے ملتے ہیں کہ لوگ اُن کی عزت کرتے ہیں اُن کو بڑا سمجھتے ہیں اگر ہم ان کے ساتھ رہیں گے تو ہماری بھی عزت ہو گی۔ اکثر لوگ ایسے ہی بزرگوں سے چھانٹ چھانٹ کر مرید ہوتے ہیں کوئی جولاہے تیلی سے مرید نہیں ہوتا گو وہ کتنا ہی بزرگ ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم لوگوں کو صرف دعوے ہی دعوے ہیں نہ تو سچی طلب ہی ہے اور نہ محبت۔ جہاں دیکھا کہ دُنیا کی غرضیں پوری ہوتی ہیں اُس طرف چار قدم بڑہا دئے اور اگر دیکھا کہ یہاں تو دنیادی غرض پوری ہونیکی کچھہ صورت نہیں تو پاس بھی نہ پھٹکے ایسے ہی لوگ تو امتحان کے وقت ادھورے اُترتے ہیں پس جبلہ

کا امتحان ہوا اور وہ اُسمیں پورا نہ اُترا یعنی اُس نے کہا کہ اچھا مجھے ایک دن کی مہلت دیدی جائے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جس کا تم نے قصور کیا ہے اگر یہ مہلت دیدے تو مل سکتی ہے ورنہ نہیں۔ اُس شخص سے پوچھا گیا کہ تم مہلت دیتے ہو وہ بیچارہ اس قدر نیک دل تھا کہ اُس نے فوراً مہلت دیدی جبلہ موقع پاکر رات کو اُٹھ بھاگا اور رومیوں سے جاملا اور پھر عیسائی ہوگیا۔ دیکھئے اسکو دین کی سچی طلب اور محبت نہ تھی کہ ذراسی ذلت کے خوف سے دین چھوڑ دیا جس کا نتیجہ ہمیشہ کی ذلت ہے اُدھر حضرت عمرؓ کو دیکھئے کہ ذرا بھی پرواہ نہیں کی کہ یہ امیر ہے اور دوسرا غریب اِدھر اُسکو دیکھئے کہ نہ اسی تکلیف بھی اپنے نفس پر گوارا نہ کرسکا۔ ایسے بہت سے لوگ ہیں کہ شرع کی پابندی بھی صرف دُنیا ہی کے نفع کے لئے کرتے ہیں۔ لیکن جو خدا تعالےٰ کے سچے بندے ہیں اُن کی یہ حالت ہے کہ اُن پر کچھ بھی گذر جاوے مگر وہ حق کو نہیں چھوڑ سکتے ہیں۔ دیکھئے جو لوگ کیمیا کی تلاش کرتے ہیں وہ ساری عمر اُسی میں کھپادیتے ہیں۔ اور ہمیشہ ایک ناؤ کی کسر رہتی ہے۔ لیکن آپ نے کسی کیمیا کے طلبگار کو نہ دیکھا ہوگا کہ وہ اس سے گھبراگیا ہوگا اور کیمیا کی فکر چھوڑدی ہو تو پھر کیا خدا کا طلبگار کیمیا کے طلبگار کے بھی برابر نہ ہو خوب سمجھ لو کہ جو اکتا گیا وہ طلبگار ہی نہیں۔ طلب کی صورت کو طلب نہیں کہہ سکتے جیسے آدمی کی صورت کو آدمی نہیں کہہ سکتے۔

(۲۰) پس جو لوگ الوداع کا خطبہ نہ ہونے سے نہ آویں اُن کے نہ آنے کی کچھ بھی پرواہ نہ کی جاوے اور ایسی وہمی مصلحتوں سے بدعتوں کی اجازت نہ دی جاوے گی۔ البتہ شعبان کے آخری جمعہ کا خطبہ بیشک سنت ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا خطبہ پڑھا جس میں کا یہ ایک ٹکڑہ ہے۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینہ کی برکتیں اور خوبیاں بیان فرماتے ہیں کہ رمضان ایسا مہینہ ہے کہ اُس کا اوّل حصہ رحمت ہے اور درمیانی حصہ گناہوں کی معافی ہے اور آخری حصہ آگ سے چھٹکارا ہے تو سمجھنا چاہیئے کہ یہ جو فرمایا گیا کہ اس کا اول حصہ رحمت ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ رحمت تو مہربانی کا نام ہے چونکہ رمضان کے اول حصہ میں اللہ تعالیٰ نیک کام کرنے کی ہمت زیادہ کردیتے ہیں اور ہمت ایسی چیز ہے کہ بے اُس کے کچھ کام نہیں چلتا۔ اِس وجہ سے فرمایا کہ اس کا اول حصہ رحمت ہے۔ کیونکہ اس سے بڑھ کر اور کیا مہربانی ہوگی کہ نیک کاموں کی ہمت تم کو پہلے سے بہت زیادہ نصیب ہوگئی۔ اور یہیں سے یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیئے کہ یہ جو بعض آدمیوں کو تھوڑی سے

نیک کاموں پر ناز ہو جاتا ہے یہ بہت کم عقلی کی بات ہے کیونکہ انسان کو اگر اُن کی طرف سے ہمت
نہ ملے تو کچھ کر ہی نہیں سکتا۔ پس یہ تو اللہ تعالیٰ ہی کی مہربانی ہے کہ ہم کو نیک کاموں کی ہمت
دیتے ہیں۔ اسکو اپنا کمال کوئی نہ سمجھے۔ جبتک دل میں کچھ ہمت نہیں ہوتی آدمی کچھ بھی نہیں کر سکتا
اور یہ خدا تعالےٰ کے اختیار میں ہے آخر کیا وجہ تھی کہ ابوجہل جو کہ نہایت سمجھدار سمجھا جاتا تھا اور
حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا رشتہ میں چچا بھی ہوتا تھا اُس کو حضورؐ نے ایمان لانے کے لئے
بہت کچھ سمجھایا لیکن اُسکو کلمہ پڑھنا نصیب نہ ہوا اور حضرت بلالؓ کو دیکھئے کہ حبشہ کے تو رہنے
والے تھے اور نہ کچھ ایسے زیادہ عقلمند سمجھے جاتے تھے اور نہ کبھی اس سے پہلے حضورؐ کی صحبت
اُن کو نصیب ہوئی تھی کیونکہ مدینہ میں آتے ہی ایک کافر کے پھندے میں پھنس گئے اور پھر خود
آزاد بھی نہ تھے جس سے کچھ دین کی باتیں پوچھنے کا موقع ملتا اور پھر تکلیف کا یہ عالم تھا کہ پتھر
تپتا ہوا سینہ پر رکھدیا جاتا تھا۔ لیکن ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے بھی آپ کی یہ حالت تھی کہ
زبان سے یہی کلمہ نکلتا تھا احد احد یعنی اللہ ایک ہے دیکھا آپ نے کہ ایک کو تو کلمہ پڑھنا بھی نصیب نہ ہو
حالانکہ دولت اور راحت اور سمجھ بوجھ سب کچھ تھی اور دوسرے کو تکلیفوں پہ تکلیفیں تھیں اور پھر
اللہ ہی کا نام زبان سے نکلتا تھا آخر اسکی وجہ کیا تھی۔ بس یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ابوجہل کو ہمت
نہیں دی تھی اور حضرت بلالؓ کو دی تھی۔ حقیقت میں جب تک اُدھر سے مدد نہ ہو کچھ بھی نہیں
ہو سکتا۔ پھر یہ کہنا کہ میں ایسا ہوں ویسا ہوں بڑی بیوقوفی کی بات ہے۔ ایک بزرگ کا قصہ ہے
کہ وہ چلے جا رہے تھے بادشاہ کے مکان کے نیچے سے ہو کر گذرے بادشاہ نے اُن کو اپنے پاس
ملنے کے لئے بلایا انہوں نے کہا کہ کیونکر آؤں دروازہ تو بڑی دور ہے اور پھر وہاں پر جو کی بادشاہ نے
کمند لٹکا دی یہ اُس کے سہارے سے اوپر پہنچ گئے جب یہ وہاں پہونچے تو باتیں شروع ہوئیں باتوں
باتوں میں بادشاہ نے پوچھا کہ آپ خدا تعالےٰ تک کیونکر پہونچے انہوں نے کہا جیسے آپ تک
پہونچا کہ آپ نے کمند ڈال کر مجھکو اپنے پاس کھینچ لیا اسی طرح خدا تعالیٰ نے بھی محبت کی کمند
ڈال کر مجھے کھینچ لیا واقعی سچ کہا جب وہی کھینچتے ہیں تب کوئی پہونچتا ہے۔

(۱۱) حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے قربان جایئے کہ آپ فرماتے ہیں یوں دعا نہ مانگو کہ اے خدا
اگر آپ چاہیں تو ہم پر رحم کیجئے یعنی دعا اس طرح مانگو کہ اے خدا ہم پر رحم کیجئے اور یوں کہنا کہ اگر آپ

چاہیں تو رحم کیجئے ٹھیک نہیں۔ اس واسطے کہ خدا تعالیٰ پر کوئی زبردستی کرنے والا تو ہے ہی نہیں
تو پھر اس کہنے کی حاجت ہی کیا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو ایسا کیجئے کیونکہ اس کے تو یہ معنی ہوتے ہیں
کہ شاید ویسے آپ پر میرے مانگنے سے دباؤ پڑتا اور اس دباؤ سے آپ میری حاجت پوری کر دیتے
سو میں آپ پر دباؤ نہیں ڈالتا بلکہ اگر آپ کا دل چاہے تو میرے اوپر رحم کر دیجئے ورنہ نہیں کیونکہ
مجھے آپ پر دباؤ ڈالنا منظور نہیں۔ سو یہ تو بڑی بھاری بے ادبی ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کی نسبت سمجھ
رہا ہے کہ میرے کہنے سے اُن پر دباؤ پڑے گا۔ بھلے آدمی وہاں دباؤ کا کیا کام تم دس ہزار دفعہ مانگو
اور دعا کرو اگر وہ چاہیں گے تو قبول کر لیں گے اور اگر نہ چاہیں گے تو نہ قبول کریں گے اُن پر زبردستی
ہی کس کی ہے پھر ناحق تم کیوں قید لگاتے ہو کہ اگر آپ چاہیں تو رحم کیجئے۔ تم تو یہی کہو کہ اے اللہ
رحم کیجئے اُن کو خود اختیار ہے کریں یا نہ کریں۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر تمام دُنیا کے بھی عقلمند جمع ہو کر
سوچتے تو یہ بات کبھی بھی نہ سمجھ سکتے جو حضرتؐ نے سمجھ لی۔ اور جب اللہ تعالیٰ مجبوری سے بالکل
پاک ہیں تو اگر تم کو روزہ رکھنے اور تراویح اور قرآن پڑھنے کی ہمت نہ دیتے تو تم کیا کر سکتے تھے
اسی لئے فرمایا کہ رمضان کا اول حصہ رحمت ہے کیونکہ روزہ رکھنے اور تراویح اور قرآن پڑھنے کی
ہمت دے دینا بہت بڑی مہربانی ہے تو جب رمضان کے اول حصہ میں نیکیوں کی ہمت ملی اور نیک کام
کرنے شروع کیے تو گناہ بھی معاف ہو گئے تو درمیانی حصہ رمضان کا گناہوں کی معافی ہوئی اسی کو
حضرتؐ فرماتے ہیں کہ رمضان کا درمیانی حصہ بخشش ہے اور ظاہر ہے کہ گناہوں کے معاف ہونے
سے آدمی دوزخ سے بھی بچ جاتا ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ رمضان کا اخیر حصہ دوزخ سے آزادی ہے
غرض آج کا دن جو کہ رمضان کے اخیر دنوں میں سے ہے اس خوشی کا دن ہے۔ پس ہم کو خدا کا شکر
کرنا چاہیئے کہ اُس نے ہم کو دوزخ سے نجات بخشی لیکن اُس کے ساتھ ہی یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ حضورؐ
نے اول رحمت اور گناہوں کی معافی کو بیان فرمایا ہے پھر اس کے بعد دوزخ سے نجات پانے کو تو پس
ہر شخص اپنی حالت کو دیکھ لے اور سوچ لے کہ اُس نے رحمت اور گناہوں کے بخشے جانے کے کام
بھی کیے ہیں یا نہیں۔ کیونکہ دوزخ سے نجات تو جب ہو گی جبکہ اول ایسے کام کر لے جس سے
خدا کی رحمت میں داخل ہو جاوے اور اُس کے گناہ بخشے جاویں اگر ہاں کوئی تراویح اور روزہ
کی نقل اُتار کر اُسکی ظاہری صورت سے یہ نہ سمجھ لے کہ ہم نے تو رحمت اور بخشش کے کام کر لئے کیونکہ

۱۴

ہر کام کی خوبی اُسی وقت میسر آسکتی ہے جبکہ اُن کو اُن کے طریقہ سے کیا جاوے۔ حدیث شریف میں روزہ کی بابت آیا ہے کہ جو شخص جھوٹ فریب اور اسپر عملدر آمد کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اُسکے کھانے پینے چھوڑ دینے کی بھی کچھ حاجت نہیں یعنی ایسا روزہ اُن کے یہاں قبول نہیں ہوتا جیسیں حرام چیزوں سے آدمی پرہیز نہ کرے۔ اب ہر شخص خود دیکھ لے کہ اُس نے آج تک دن کیونکر گذارکر نمازیں پڑھی ہیں یا نہیں پڑھی ہیں اور پڑھی ہیں تو اُنکو ڈھنگ سے بھی پڑھا یا نہیں۔ دن میں ہماری کیا حالت رہی رات کو ہم نے کیا کام کئے کسی بُری جگہ تو نگاہ نہیں ڈالی کسی کی غیبت تو نہیں کی۔ جھوٹ تو نہیں بولا پس اگر کسی شخص نے ہمت کی اور وہ سب گناہوں سے بچا رہا اور جتنے نیک کام تھے سب کو ڈھنگ سے کیا تو آج اُس کے لئے بڑی خوشی کا دن ہے اور جس نے ہمت سے کام نہیں لیا اُسے آج افسوس کرنا چاہیئے۔ لیکن ہاں جن لوگوں نے آج تک کچھ نہیں کیا ہے تو اُن کو بھی نا اُمیدی سے ہاتھ پیر توڑ کر نہ بیٹھ رہنا چاہیئے۔ بلکہ ابھی تھوڑا بہت وقت باقی ہے اُسمیں ہی جو کچھ ہو سکے کر لینا چاہیئے۔ خدا نے چاہا تو اُسکو بھی دوزخ سے نجات نصیب ہو گی۔ وہ ایسا دربار ہے کہ وہاں ہر وقت رحمت کا دروازہ کھلا رہتا ہے کسی کو آنے کی روک ٹوک نہیں۔ اسی طرح وہاں کسی کے آنے نہ آنے کی پروا بھی نہیں جس کا جی چاہے جب چاہے چلا آوے اور جس حالت میں چاہے چلا آوے۔ اور جب وہاں ہر حالت میں آنے کی اجازت ہے تو اس سے آپ یہ بھی سمجھ لیجئے کہ بعض لوگ جب کسی ہندو یا عیسائی کو مسلمان کرتے ہیں تو اُس کو اول نہلاتے ہیں جب کہیں مسلمان کرتے ہیں سو یہ مناسب نہیں۔ صاحبو مسلمان ہونے کے لئے نہ نہانے کی ضرورت ہے نہ وضو کی بلکہ اگر استنجا بھی نہ کیا ہو تو اُس سے فارغ ہونے کا انتظار نہ کرو پہلے مسلمان کر لو اور اُسکے بعد نہلاؤ دھلاؤ اور ایک یہ بات بھی تو ہے کہ کسی کو کیا خبر ہے کہ چار منٹ کے بعد زندہ رہیگا یا ختم ہو چکیگا۔ پس مسلمان کرنے میں ذرا دیر نہ کرو بعض لوگ تو یہاں تک غضب کرتے ہیں کہ مسلمان کرنے کے بعد مسہل دینے کی رائے دیتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ پاک ہونے کے لئے اگر یہ ضروری ہے کہ کفر کے زمانہ کی کوئی چیز بھی باقی نہ رہے تو پھر فصد بھی لینا چاہیئے بلکہ گوشت پوست بھی نیا ہونا چاہیئے۔ غرض کہ سب بیہودہ جھگڑے لگا رکھے ہیں اُس دربار میں جسکا بھی جی چاہے جب چاہے چلا آوے اور جس حالت میں چاہے چلا آوے صاحبو کیا آج کوئی بادشاہ ہے کہ وہاں ناپاکوں کو اپنے دربار میں آنے سے نہ روکے خلاصہ یہ کہ با

نہ تو کوئی آگے کو ٹوکتا ہی اور نہ جانے کو روکتا ہی جسکا دل چاہے چلا آوے جس کا دل چاہے چلا جاوے۔ کسی کو اس طرح سر نہیں چڑھایا گیا کہ وہ ذرا بھی ناز کر سکے۔ پس جب یہ حالت ہے تو ہم لوگوں کو نا اُمید نہ ہونا چاہیئے شاید کبھی کوئی یہ سمجھ لے کہ اب تو سارا رمضان گذر چکا ہے۔ اتنے تھوڑے دن عبادت کرنے سے کیسے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ آج اٹھائیسواں روزہ ہے ابھی ایک دو دن باقی ہیں شریعت کے وعدے پر بھروسہ کر کے کہتا ہوں کہ اگر آپ چاہیں گے اور کوشش کرینگے تو آج ہی بخشش ہو جاوے گی اور دو دن ہی میں تمہارا کام ہو جاوے گا۔ تم اگر گناہوں کی پوٹ لیکر بھی پہونچ جاؤ گے تب بھی اُدھر کے ایک چھینٹے میں سب دُھل جاوینگے۔ دیکھئے اگر ساری دُنیا بھی برف سے پٹ جاوے تو سورج کے نکلتے ہی سب پانی ہو کر بہ جاوے گی اسی طرح اگر سارا عالم بھی گناہ سے بھر جاوے تو ادھر کی ایک نگاہ بس ہے۔ خیر مطلب یہ ہے کہ دو دن جو باقی رہ گئے ہیں ان میں تو اپنی کچھ فکر کر لینی چاہیئے۔ پھر بعد رمضان کے تو دنیا میں کھپ جاؤ گے اور بالکل بے فکر ہو جاؤ گے۔ لیکن اگر اُن کی رحمت پر نظر کریں تو ایکدم بھی اُدھر سے غفلت نہ کریں اور بے فکر نہ ہوں۔ کیونکہ خدا جانے کس وقت مہربانی سے ہم پر توجہ کریں پھر اگر اس وقت ہم اُن سے بے فکر ہوئے اور دُنیا میں ہمارا خیال ہو تو کیسی خرابی کی بات ہو گی اُس وقت افسوس کر کے کہو گے کہ بڑی خوش قسمتی سے تو موقع ملا تھا پھر وہ ہماری غلطی سے ہاتھ سے جاتا رہا یہاں وہاں تو جس کا کام بھی بنا ہے ایک ہی لمحہ میں بن گیا ہے۔ اُنکی ایک ہی لمحہ کی مہربانی ہمارے لئے بہت ہے مگر بہت دن اس لئے لگے رہتے ہیں کہ ہمیں خبر نہیں کہ کس لمحہ میں ہم پر وہ مہربانی کی نگاہ پڑے گی۔

شاہ ابوالمعالی اور شاہ بھیک صاحب کا قصہ

(۲۱) شاہ بھیک صاحب اور شاہ ابوالمعالی صاحب کا قصہ ہے کہ شاہ ابوالمعالی صاحب کسی بات پر شاہ بھیک صاحب سے خفا ہو گئے اور اُنہیں علحدہ کر دیا یہ جنگلوں میں روتے پھرتے تھے۔ برسات آئی حضرت کا مکان گر پڑا بی بی صاحبہ نے فرمایا کہ ایک تو آدمی تھا وہ یہ سب کام کر لیتا آپ نے اُسی کو نکالدیا حضرت نے فرمایا کہ میں نے ہی تو نکالا ہے تم بلا لو میں تم کو تو منع نہیں کرتا بی بی صاحبہ نے شاہ بھیک صاحب کو بلا بھیجا اُن کی تو عید آ گئی۔ سنتے ہی آ موجود ہوئے۔ بی بی صاحبہ نے مکان کی حالت دکھلائی وہ فوراً جنگل پہونچے اور لکڑی مٹی جمع کر کے مرمت میں لگ گئے۔ یہاں تک کہ سارا دن مکان ٹھیک ٹھاک کر کے چوکس کر دیا اور چھت پر مٹی کوٹنے لگے اتنے میں حضرت شاہ ابوالمعالی صاحب گھر میں تشریف لائے

رمضان میں غافل رہنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لوگوں کو کوسنا

اور کھانا کھانے بیٹھ گئے اور چھت پر سے مٹی کوٹنے کی آواز سُنکر مہربانی کا جوش آیا اور اُٹھکر باہر صحن میں آئے اور اُن کو ٹکڑا روٹی کا دکھلایا کہ تو وہ وہیں سے کود پڑے حضرت نے لقمہ اُن کے منہ میں دیا اور سینہ سے لگالیا بس سارا کام ایک لمحہ میں بن گیا اِسی لئے تو کہتا ہوں کہ ایک لمحہ بھی غفلت مت کرو مگر خیر اتنی ہمت نہ ہو تو رمضان رمضان تو جاگ کر عبادت کر لو یہ ایک دو دن رہ گیا ہے اسکو تو بیکار مت کھوو ذرا خیال تو کیجئے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کیا فرماتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا کہ ذلیل ہوا وہ شخص ذلیل ہوا وہ شخص ذلیل ہوا وہ شخص صحابہ نے عرض کیا کہ حضور کون شخص ذلیل ہوا فرمایا ایک تو وہ شخص کہ جس نے میرا نام سُنا اور مجھ پر درود نہ بھیجا دوسرا وہ شخص کہ اُسکے سامنے اُس کے بوڑھے ماں باپ زندہ رہے اور اُس نے اُن کی خدمت کرکے جنت نہ کمائی۔ تیسرا وہ شخص کہ رمضان شریف آئے بھی اور گذر بھی گئے اور وہ اسی طرح گنہگار رہا اور نیک کام کرکے اُس نے اپنے گناہ نہ بخشوائے صاحبو غور تو کرو حضور اُس شخص کو کوس رہے ہیں اور حضور کا کوسنا خدا کا کوسنا ہے اور جس شخص کو خدا تعالیٰ کوسیں اُس کا ٹھکانا کہاں ہوسکتا ہے۔ اب فکر کرلو اگر گناہوں کی بخشش چاہتے ہو تو خدا تعالےٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور معاف کرانے کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ تسبیح لیکر صرف توبہ توبہ پڑھنا شروع کر دیا بلکہ یہ بھی کرو اور اُس کے ساتھ ہی حقداروں کے حق بھی ادا کردو اگر کسی شخص کے پاس دوسرے کی زمین دبی ہو یا موروثی ہو اُسکو چھوڑ دو کسی کا قرض آتا ہو تو اُسکو بھی لُٹا دو۔ لوگ اپنے جی میں کہتے ہوں گے کہ موروثی زمین چھوڑنے کی بڈھے بھی پھر ہم کھاوینگے کہاں سے۔ لیکن صاحبو غور کرو اگر کسی شخص کے موروثی کھیتوں میں کو ریل نکل جاوے اور اُس کے سب کھیت ریل میں آجاویں مگر قیمت سب کی سب زمیندار کو ملے تو یہ کیا کرے گا اور کہاں سے لائے کھاوے گا۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ دنیا کے بادشاہوں کا حکم تو بے عذر مان لیں اور جو خدا تعالےٰ کا حکم ہو اُسمیں سُستی کریں۔ اصل بات یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اسلام کی کچھ قدر نہیں۔ ورنہ جو اسلام کے حکم ہیں اُن کی بھی ضرور قدر کرتے بات یہ ہے کہ بلا مشقت مل گئے ہیں اور اُس کے نفع کو دیکھتے نہیں۔ اِس وجہ سے ان کی کچھ قدر نہیں بھی اسلام کے ملنے میں کچھ روپیہ تو خرچ کرنا ہی نہیں پڑا پھر اُسکی اُنہیں قدر ہو تو کیسے ہو۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ نہیں قدر کی اللہ تعالیٰ کی جیسے کہ اُسکی قدر کرنی چاہیئے تھی۔ دنیا کے حاکم تو جب خوش ہوتے ہیں جبکہ بہت کچھ کوشش کی جائے اور بہت کچھ

۱۶

(باقی آئندہ)

حالانکہ عورتین بالکل محفوظ رہتی ہیں اور ایسے واقعات یعنی جنگوں میں مردوں کی جانوں کا تلف ہوتا ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں اور جب تک دُنیا میں مختلف قومیں آباد ہیں ایسے واقعات ہمیشہ پیدا ہوتے رہینگے اور ہمیشہ ان سے مردوں کی تعداد میں کمی ہوکر عورتوں کی تعداد کا بڑھ جانا ایک لازمی امر ہے اگر یہ بھی فرض کریں کہ عورتوں کی تعداد کی یہ زیادتی کسی قوم میں ہمیشہ کے لئے نہیں رہتی تاہم اس سے تو انکار نہیں ہوسکتا کہ ایک مدت تک مردوں کی اس کمی کا اثر ضرور رہیگا اب یہ عورتیں جو مردوں کی تعداد سے زیادہ ہونگی انکے لئے کیا سوچا گیا ہے تعدد ازواج کی ممانعت کی صورت میں انکا کیا حال ہوگا کیا انکو یہی جواب نہیں ملیگا کہ جسکے دل میں مرد کیطرف وہ خواہش پیدا ہو جو قدرت نے فطرت انسانی میں رکھی ہے وہ ناجائز طریقوں سے اسے پورا کرے سوچکر دیکھہ لو کہ تعدد ازواج کی راہ کو بند کرکے ان لاکھوں عورتوں کو جو اس طرح لڑائیوں کے سبب سے بیوہ ہوگئیں یا جنکے لئے نکاح کے ذرائع نہیں رہے کیا یہی جواب نہ دینا پڑیگا مانعین تعداد پر افسوس ہے کہ ایک غلط اصول کی حمایت میں انسانی ضروریات پر ایک لمحہ کیلئے بھی غور نہیں کرتے وہ نہیں سوچتے کہ تعدد ازواج کے سوائے اور کوئی ایسی راہ نہیں جو ان ضروریات کو پورا کرسکے۔

(۹) گذشتہ مردم شماری میں بعض محاسبین نے صرف بنگال لحاظ کم مردوں و عورتوں کی تعداد پر نظر کی تھی تو معلوم ہوا تھا کہ عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے جو کہ قدرتی طور پر تعدد ازواج پر ایک بین دلیل ہے جسکو شک ہو وہ علیحدہ علیحدہ مردوں و عورتون کی تعداد کو سرکاری کاغذات مردم شماری ہند میں ملاحظہ کرلے کہ عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ثابت ہوگی۔

اسکے ساتھ ہی ہم اس امر کی طرف بھی توجہ دلاتے ہیں کہ یورپ مین جسکو سب ممالک سے بڑھکر تعدد ازواج کی ضرورت سے منزہ و مبرہ سمجھا جاتا ہے عورتوں کی تعداد مردوں سے کسقدر زیادہ ہے چنانچہ برطانیہ کلاں میں بوئروں کی جنگ سے پہلے بارہ لاکھ انہتر ہزار تین سو پچاس (۱۲۶۹۳۵۰) عورتیں ایسی تہیں جنکے لئے ایک بیوی والے قاعدہ کی رو سے کوئی مرد مہیا نہیں ہوسکتا فرانس میں ۱۹۰۰ء کی مردم شماری میں عورتونکی تعداد مردوں سے چار لاکہہ تیئیس ہزار سات سو نو (۴۲۳۷۰۹)

۵۸

زیادہ جرمن میں ۱۹۰۰ء کی مردم شماری میں ہر ہزار مرد کے لئے ایک ہزار تیتیس عورتیں موجود تھیں گو یا کل آبادی میں آٹھ لاکھ تاسی ہزار چھ سو اڑتالیس عورتیں ایسی تھیں جن سے شادی کرنیوالا کوئی مرد نہ تھا سویڈن میں ۱۹۰۱ء کی مردم شماری میں ایک لاکھ بائیس ہزار آٹھ سو ستر عورتیں اور ہسپانیہ میں ۱۸۹۷ء میں چار لاکھ ستاون ہزار دو سو باسٹھ عورتیں اور آسٹریا میں ۱۸۹۰ء میں چھ لاکھ چوالیس ہزار سات سو چھیانوے عورتیں مردوں سے زیادہ تھیں۔

اب ہم سوال کرتے ہیں کہ اس بات پر فخر کر لینا تو آسان ہے کہ ہم تعداد ازواج کو بُرا سمجھتے ہیں مگر یہ بتا دیا جاوے کہ ان کم از کم چالیس لاکھ عورتوں کے لئے کونسا قانون تجویز کیا گیا ہے کیونکہ ایک بیوی کے قاعدے کی رو سے ان کو یورپ میں تو خاوند نہیں مل سکتے ہمارا سوال یہ ہے کہ جو قوانین انسانوں کی ضروریات کے لئے تجویز کئے جاتے ہیں وہ انسانوں کی ضروریات کے مطابق بھی ہونے چاہئیں یا نہیں وہ قانون جو تعدد ازواج کی ممانعت کرتا ہے ان چالیس لاکھ عورتوں کو یہ کہتا ہے کہ وہ اپنی فطرت کے خلاف چلیں اور انکے دلوں میں مردوں کے لئے کبھی خواہش پیدا نہ ہو لیکن یہ تو ناممکن امر ہے جیسا کہ خود تجربہ ثابت کر رہا ہے پس نتیجہ یہ ہوگا کہ جائز طریق سے روکے جانے کے باعث وہ ناجائز طریق اختیار کریں گی۔ اس طرح پر ان میں زنا کی کثرت ہوگی اور یہ تعدد ازواج کی مخالفت کا نتیجہ ہے اور یہ امر کہ زنا اس ذریعہ سے زیادہ پھیلے گا خیال ہی خیال نہیں بلکہ امر واقع ہے جیسا کہ ہزارہا ولد الحرام بچوں کی تعداد سے ثابت ہو رہا ہے جو ہر سال پیدا ہوتے ہیں۔

(۷) نکاح کے اغراض میں ایک یہ بھی ہے کہ مرد عورت ایک دوسرے کے لئے بطور رفیق کے ہوں پس اگر کوئی وجہ ایسی پیدا ہو جاوے کہ جسکے سبب سے عورت مرد کیلئے بطور رفیق کے نہ رہے یا اس سے اسکو وہ خوشی حاصل نہ ہو سکے جو ایسے رفیق سے ہونا چاہیئے تو ان صورتوں میں بھی مرد کو دوسرا نکاح کرنے کی اجازت ہونا چاہیئے مثلاً اگر عورت کو کوئی ایسی بیماری لاحق ہو جائے جو اسکو ہمیشہ کے لئے یا بڑے بڑے وقفوں کیلئے ناقابل کر دے یعنی اس امر کے قابل نہ رہنے دے کہ خاوند اس سے تعلقات زنان و شوئی رکھ سکے تو کوئی وجہ نہیں کہ کیوں نکاح کی اصل غرض کو مرد دوسرے نکاح کے ذریعہ سے پورا

۴۶

نہ کرے جیسا کہ انسانی زندگی کے حالات کا دائرہ وسیع ہے ویسا ہی ان ضروریات کا دائرہ بھی وسیع ہے جو بعض وقت مرد کو دوسرا نکاح کرنے کے لئے مجبور کر دیتی ہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ ایسی ضروریات اکثر پیدا نہیں ہوتیں مگر جب واقعی وہ ضرورتیں پیدا ہو جائیں اور یہ ضروری ہے کہ ہر انسان کے طبقہ میں وہ کم و بیش پیدا ہوتی رہیں تو سوائے تعدد ازواج کے اور کوئی ذریعہ انکے پورا ہونے کا نہیں پس اس علاج کو روکنا بیماریوں کو بڑھانا ہے اسی طرح تعدد ازواج اکثر حالات میں طلاقوں کی کمی کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔

(۸) قدرت نے عورت کو وہ سامان دیئے ہیں جو مرد کے لئے باعث کشش ہیں اور مرد و عورت کے تعلق میں ان فریفتگی اور کشش کے موجبات کی موجودگی ایک نہایت ضروری امر ہے اور صرف اسی صورت میں نکاح بابرکت ہو سکتا ہے کہ ایسے سامان کشش عورت میں موجود ہوں اور اگر عورت میں ایسے سامان موجود نہ ہوں یا کسیطرح سے جاتے رہیں تو مرد کا عورت سے وہ تعلق نہیں ہو سکتا پس ایسی صورت میں اگر خاوند کو دوسری شادی کی اجازت نہ دیجائے تو یا تو وہ کوشش کریگا کہ کسیطرح اس عورت سے نجات حاصل کرے اور یا اگر ممکن نہ ہو تو بدکاری میں مبتلا ہوگا اور ناجائز تعلق پیدا کرے گا۔ کیونکہ جب عورت کی رفاقت سے اسے وہ خوشی حاصل نہ ہو سکے جسکا حصول فطرت انسانی چاہتی ہے تو ناچار اس خوشی کے حصول کے لئے وہ اور ذریعے تلاش کریگا۔ ان صورتوں کے لئے تعدد ازواج ہی ایک علاج ہے اور اسی ذریعہ سے ایک گھرانا خوش حال ہو سکتا ہے۔

(۹) تعدد ازدواج کے روکنے سے بعض وقت نکاح کی تیسری غرض یعنی بقا نسل انسانی حاصل نہیں ہو سکتی مثلاً اگر عورت بانجھ ہو اور اسکا عقم ناقابل علاج ہو تو تعدد ازدواج کی ممانعت کی صورت میں قطع نسل لازم آئیگا یہ بیماری عورتوں میں بہت پائی جاتی ہے اور سوائے تعدد ازواج اور کوئی راہ نہیں جس سے یہ کمی پوری ہو سکے ایسی صورت میں عورت کو طلاق دینے کی کوئی وجہ موجود نہیں اور ممکن ہے کہ عورت و مرد میں ایسی صحبت بھی ہو کہ وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہو سکتے ہوں اس بقاء نسل کا ذریعہ صرف

۴۷

یہی ہے کہ ایسی صورتوں میں مرد کو نکاح ثانی کی اجازت دیجائے علاوہ ازیں اور بھی بہت وجوہ ہیں جو تعدد ازواج کی ضرورت کو ثابت کرتے ہیں اور ان سب کو تفصیل سے بیان کرنے کی یہاں گنجایش نہیں ہے۔

اصل سبب تعدد ازواج کا بدکاریوں سے بچنا ہے جو لوگ بحثوں میں تعدد ازواج کے مخالف ہیں وہ اندرونی خواہشات اور افعال کا مطالعہ فرماویں جس قوم نے زبان سے پاک تعدد ازواج کا انکار کیا ہے وعملی طور پر ناپاک تعدد ازواج یعنی زناکاری میں گرفتار ہوئے ہیں انکی خواہشوں کی وسعت اور وست درازی نے ایک عورت پر قناعت نہ کرکے ثابت کردیا ہے کہ فطرت میں تعدد اور تنوع کی آرزو ضرور ہے خدا تعالےٰ کے قانون کا یہ مقتضا ہونا چاہیئے کہ وہ انسان کی وسیع خواہشوں اور اندرونی میلانوں پر مطلع اور حاوی ہو کر ایسی ترتیب اور طرز پر واقع ہو کہ مختلف جذبات والی طبائع کو بھی تقوی اور طہارت کے دائرہ میں محدود رکھے۔

۴۸ مرد کے لئے تعدد ازوج چار تک محدود ہونے کی وجہ

مرد کے لئے چار عورات منکوحہ تک محدود ہونے کی وجہ خدا تعالےٰ کی کمال حکمت واتمام نعمت ومصلحت پر مبنی ہے ہم قبل ازیں لکھ چکے ہیں کہ مرد کو قوتیں اور طاقتیں بہ نسبت عورت کے زیادہ عطا کی گئی ہیں اسلئے کئی عورتوں سے ایک زمانہ میں نکاح کرسکتا ہے تعدد ازواج کی مصلحت نکاح کی علت غائی سے معلوم ہوسکتی ہے سو نکاح کی علت غائی جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں سب سے اول دائم تقوی وعفت و توالد ہے اور چونکہ تمام بنی آدم کی قوت یکساں نہیں ہوتی اسلئے خدا نے انکی طاقتوں و قوتوں کے مناسب انکے لئے اسباب فراہم کئے ہیں سو جن اشخاص کو ہیجان و توقان شہوت زیادہ ہو انکی حفاظت عفت کے لئے ہر سال میں چار عورتیں نوبت بنوبت انکے پاس ہونا چاہئیں اور ایسے آدمیوں کے لئے یہ عدد عین قانون قدرت کے مطابق ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایسا آدمی جب کسی ایک عورت کو نکاح میں لائیگا تو کم از کم یہ عورت اسکے لئے

تین ماہ تک کافی ہے کیونکہ حمل کی شناخت کم ازکم تین ماہ تک مقرر ہے۔ پس اگر اس میعاد میں اس عورت کو حمل ٹھیر جائے تو ایسے ہیجان وجوش شہوت والا آدمی اگر اس عورت سے صحبت کرے گا تو جنین پر بُرا اثر پڑیگا اور حمل گر جانے کا اندیشہ ہے لہذا اس عورت کو آرام دیوے اور اس عورت سے صحبت ترک کرکے دوسری عورت نکاح میں لائیگا اگر دوسری عورت کو بھی تین ماہ تک قرار حمل ہو جاوے تو اس سے بھی صحبت ترک کرنی پڑیگی کیونکہ اس سے اسقاط حمل کا اندیشہ ہے اور والدین کے شہوانی جوش جنین پر بُرا اثر ڈالتے ہیں یہ چھ ماہ ہوئے اب تیسری عورت سے نکاح کریگا اگر تیسری عورت کو بھی حمل ہوگیا تو اب اس سے بھی اس کو صحبت ترک کرنی پڑیگی یہ نو ماہ ہوئے اب پہلی عورت کا وضع حمل ہو جائیگا مگر وہ غالباً تین ماہ تک قابل صحبت نہیں ہو سکتی لہذا اسکو چوتھی عورت نکاح میں لانی پڑیگی اب چوتھی عورت کے حمل کی شناخت بھی تین ماہ تک مقرر ہے یہ ایک سال ہوا اور اس اثنار میں پہلی عورت جسکو وضع حمل سے تین ماہ گذر چکے ہیں تعلقات زناشوئی کیلئے تیار ہو جائیگی اسیطرح وضع حمل کے بعد ہر ایک نوبت بنوبت اسکے لئے مہیا ہوگی پس یہ تعداد ہر ایک قوی الشہوت انسان کے لئے کافی اور عین قانون قدرت وفطرت کے مطابق ہے اور اسپر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا خدا تعالےٰ نے جو قرآن کریم میں مثنیٰ وثلٰث وربٰع تک فرمایا ہے اسمیں یہ اشارہ ہے کہ بعض آدمیوں کے لئے ہر سال میں دو ہی عورتیں کافی ہو سکتی ہیں کیونکہ بعض عورات کے اولاد نہیں ہوتی یا دیر سے حمل ٹھیرتا ہے اور بعض کے لئے سال میں تین ہی کافی ہو سکتی ہیں اور بعض کو چار کی ضرورت پڑتی ہے۔

حاملہ کے ساتھ منع صحبت کی وجہ ایک تو اندیشہ اسقاط حمل ہے دوسرے اس حمل سے جو اولاد ہوگی اسکے اخلاق واطوار میں والدین کے شہوانی جوش مرکوز ہو کر بداخلاقی پیدا کرینگے کیونکہ جوش شہوت کا اثر جنین پر بالضرور پڑتا ہے اور وہ طبع میں فطری ہو جاتا ہے اور گو طبی قاعدہ کی رو سے اس بات پر اعتراض ہو سکتا ہے کہ دودھ پلانیوالی سے صحبت کرنی بچہ کے لئے مضر ہے۔ لیکن اطبار نے اس امر کی اصلاح بعض ادویہ کے ساتھ بتائی ہے

لہذا یہ امر قادح نہ رہا اب رہی یہ بات کہ چار سے زیادہ کیوں نہ جائز ہوا تو غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ضرور تھا کہ ایک خاص حد بیویاں کرنے کی ہوتی ورنہ اگر حد مقرر نہ ہوتی تو لوگ حد اعتدال سے نکلکر صدہا تک بیویاں کرنے کی نوبت پہنچاتے اور ایسا کرنے سے ان بیویوں پر اور خود اپنی جانوں پر ظلم اور بے اعتدالیاں کرتے اور ضرورت چار سے رفع ہو گئی تھی اسلئے زائد کو ناجائز قرار دیا۔

خلاصہ وجوہ تعدد ازواج

(۱) تقوی (۲) حفظ القوی (۳) موافقت نہیں اور طلاق کا بھی موقع نہیں (۴) عقم (۵) کثرت تولد بنات بعض بلاد اور خاندانوں میں (۶) پولیٹکل مصالح اور سیاسی ضروریات عورت غالباً پچاس برس کے بعد قابل نسل نہیں رہتی۔ بخلاف مردوں کے کہ وہ نوے برس تک ہمارے ملک میں اس قابل ہیں (۸) مشاہدہ کثرت زنا جن بلاد میں تعدد ازواج جائز نہیں۔ بلاد میں بضرورت صحبت کسی اور سے مندرجہ بالا اسباب ہیں جو تعدد ازواج کی ضرورت کو بیان کرتے ہیں۔

۵۰

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بہ نسبت اپنی اُمت کے زیادہ بیویاں کرنے کی وجہ

(۱) جیساکہ آپ بنی آدم کے مردوں کے لئے رسول تھے ایسا ہی عورتوں کے بھی رسول تھے لہذا ضروری تھا کہ کچھ عورتیں آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی دائمی صحبت میں رہکر آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے تعلیم پاکر دوسری عورتوں کو تعلیم و تبلیغ اسلام کریں سو اسی غرض کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بہ نسبت اپنی اُمت کی زیادہ بیویاں کی ہیں۔

(۲) آپکی جسمانی وروحانی قوت بہ نسبت اوروں کے بہت بڑی ہوئی تھی۔ آپ

صوم وصال یعنی روزہ پر روزہ رکھ لیا کرتے تھے مگر امت کو اس سے منع فرمایا لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں تو فرمایا تم میں مجھسا کون آدمی ہے۔ ابیت عند ربی ھو یطعمنی ویسقینی۔ ترجمہ یعنی میں اپنے پروردگار کے پاس شب باش ہوتا ہوں وہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔

(۴) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نکاحوں کے متعلق بڑی غلط فہمی عیسائیوں وغیرہ میں ہے کیونکہ آپ کے نکاحوں کی اصلی غرض یا تو محض ہمدردی و ترحم تھا یا مختلف قوموں کو ایک کرنا اور انکے علاوہ بھی متعدد ملکی مصالح اور دینی اغراض تھیں مگر ہمارے مخالفین انکی بنا نفسانی خواہشیں بتاتے ہیں (نعوذ باللہ) تاریخ شاہد ہے کہ جسوقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ۲۵ برس کی عمر میں نکاح کیا تو آپ عفت اور پرہیز گاری میں تمام عرب میں مشہور تھے پھر اسکے بعد ۲۵ سال تک یعنی جب تک حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالے عنہا زندہ رہیں آپ نے دوسری بیوی سے نکاح نہیں کیا۔ حالانکہ عرب میں تعدد ازواج کی رسم بلا قید کسی شرط کے مروج تھی۔ پس ان لوگوں کا جو کہ ناحق نیک افعال میں بد اغراض تلاش کرتے ہیں یہ فرض ہے کہ وہ اسکا سبب بھی تلاش کریں کیونکہ آنحضرت صلعم نے ۵۰ سال کی عمر تک جب آپ بوڑھے ہو چکے تھے ایک سے زیادہ بیوی سے نکاح نہیں کیا اگر نفسانی خواہشیں کسی وقت ایک شخص کے دل پر غلبہ پا سکتی ہیں تو وہ جوانی کا وقت ہوتا ہے جبکہ جذبات جوانی جوش میں ہوتے ہیں مگر اس جوانی کے وقت آپ نے ایک بی بی پر ایسا اکتفا کیا کہ جسوقت قریش نے جمع ہو کر آپ کو یہ کہا کہ آپ بت پرستی کو برا کہنا چھوڑ دیں تو ہم آپ کو اپنا سردار بنا لیتے ہیں اور خوبصورت سے خوبصورت عورتیں آپ سے نکاح کرنے کے لئے حاضر کرتے ہیں تو آپ نے کچھ بھی پرواہ نہ کی۔ اس سے کسیکو انکار نہیں ہو سکتا کہ نفسانی خواہشوں کے غلبہ کا وقت جوانی کا وقت ہے اور چونکہ آپ کے اس زمانہ کی نسبت آپ کے سخت ترین دشمنوں کو بھی اقرار ہے کہ آپ اسوقت طہارت پاکیزگی عفت کا نمونہ تھے اسلئے یہ الزام کہ نفسانی خواہشوں کو پورا کرنے کے لئے آپ نے شادیاں کیں آپ کی ذات عصمت مآب پر سخت بہتان ہے۔

(۴) آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ابتدائی زمانہ اور آخری زمانہ میں بڑا بھاری تغیر واقع ہوچکا تھا ابتدائی سالوں میں جب مکہ میں آپ نے تبلیغ شروع کی تواگرچہ کفار کی طرف سے مسلمانوں کو طرح طرح کے دکھہ اور اذیتیں پہنچتی تھیں مگر رشتہ داری کے تعلق منقطع نہیں ہوچکے تھے خصوصاً ایسے لوگ جو ذی عزت وجاہت تھے وہ نسبتہً کفار کے حملوں سے محفوظ تھے اور اپنے تعلقات بھی رکھتے تھے چنانچہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ایک لڑکی ایک کافر سے بیاہی ہوئی تھی اور حضرت ابوبکر کی لڑکی عائشہؓ کی منگنی بھی ایک کافر کے لڑکے جبیر بن مطعم سے ہوئی تھی مگر مطعم نے بدین وجہ انکار کردیا کہ اس تعلق سے خوف ہے کہ لڑکا نئے دین میں چلاجائے گا اسکے بعد ہی حضرت عائشہؓ کا نکاح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ہوا اگرچہ ابتدا میں ایسے تعلقات تھے مگر آہستہ آہستہ یہ تعلقات بالکل منقطع ہوچکے تھے اور کسی مسلمان عورت کا کفار کے ہاتھ پڑجانا اسکے لئے ہلاکت کا موجب تھا پھر آپ کی ہجرت سے رہے سہے تعلقات بھی کٹ گئے پس مسلمان لڑکیوں یا بیوہ عورتوں کے لئے ضروری تھا کہ مسلمان ہی خاوند ہوں ان واقعات کو مدنظر رکھکر ہم کو آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نکاحونکو دیکھنا ہے اس سے کسی کو انکار نہیں کہ سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالے عنہا کے آپکی ساری بیویاں بیوہ عورتیں تھیں۔ انکو ہم الگ الگ جماعتوں پر تقسیم کرتے ہیں اول وہ عورتیں جنھوں نے اپنے خاوندوں کے ساتھ حبش یا مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی اور دوسری وہ عورتیں جو کسی قوم کے سردار کی لڑکیاں یا بیوہ تھیں اور جنکے خاوند لڑائیوں میں مارے گئے انکا ذکر ہم اسی ترتیب کرتے ہیں جس ترتیب سے اُنکے نکاح ہوئے ام المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالے عنہا کی وفات کے بعد سب سے پہلے آپ نے ام المومنین سودہ رضی اللہ تعالے عنہا سے نکاح کیا سودہ اور اسکا خاوند ابتدا ہی میں ہجرت کرکے حبش کو چلے گئے تھے اور اس جگہ وہ بیوہ ہوگئیں واپس آنے پر آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آپ سے نکاح کیا۔

اسکے بعد ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالے عنہا سے آپ کا نکاح ہوا یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ کی لڑکی تھیں انھوں نے بھی اپنے خاوند کے ساتھ ہجرت کی۔

(باقی آئندہ)

یعنی وہ دوسرے پہاڑ پر نظر ڈالتا ہے تو اوسکو بکری نظر پڑتی ہے پس اوسکو دیکھکر فوراً ہی اوسکی
آنکھون کے سامنے اندھیرا چھا جاتا ہے اور وہ اس پہاڑ سے اوس پہاڑ پر جست کرتا ہے
وہ پہاڑ باوجود بہت دور ہونے کے اوسکو اسقدر قریب اور آسان معلوم ہوتا ہے جیسا کہ
گھر کے چوبچہ کے گرد پھرنا اور ہزاروں گز اوسکو دو گز دکھلائی دیتے ہیں حتیٰ کہ مستی کے سبب
اوسکو کودنے کی خواہش ہوتی ہے اور بالآخر وہ کودتا ہے لیکن جب وہ کودتا ہے تو فوراً
ہی دونوں پہاڑوں کے درمیان میں گر جاتا ہے اس سے تم کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ مستی کیا
اثر رکھتی ہے اب فوائد زائدہ سنو دیکھو وہ شکاریون سے بھاگا تھا اوسنے پہاڑ میں پناہ
لی تھی لیکن خود اوسکی جائے پناہ ہی نے اوسکو ہلاک کر دیا اور قضائے آلٰہی سے بچ نہ سکا۔
اور جن سے بچنا چاہتا تھا اوتہیں کے قبضہ میں آگیا چنانچہ ان پہاڑون کے درمیان حق سبحانہ
کے قضائے باشکوہ کے انتظار میں شکاری بیٹھے ہوئے تھے اونہوں نے اوسکو گرفتار
کر لیا پس تم کو کبھی اپنی تدابیر پر اعتماد نہ کرنا چاہیئے بلکہ ہر کام مین حق سبحانہ پر نظر رکھنی
چاہیئے چونکہ یہ بکرا بہت جثت وچالاک اور اپنے دشمن کو پہچاننے والا ہوتا ہے لہذا اکثر ۱۴
اسکا شکاریوں ہی کیا جاتا ہے کہ اول اوسکو مغلوب شہوت کرکے اوسکے احساس کو باطل
کیا جاتا ہے پھر گرفتار کر لیا جاتا ہے اسطرح سے بہت آسانی سے قبضہ میں آجاتا ہے واقعی
یہ شہوت بہت بری بلا ہے اگر کوئی شخص رستم بھی ہو اور بہت بڑا امیر اور بڑی بڑی موچھیں
رکھتا ہو جو دلیل ہین اوسکی عالی دماغی اور بہادری کی تو بھی شہوت یقیناً اوسکے پاؤنکا جال
ہو جائیگی کہ اوسکو ہلنے بھی نہ دیگی جب یہ معلوم ہو گیا کہ شہوت اسقدر خطرناک چیز ہے تو
تو تم کو چاہیئے کہ میری طرح مستئ شہوت سے قطع تعلق کرو تم دیکھتے نہیں یہ مستی اونٹ سے
بردبار اور متحمل جانور کی کیا گت بناتی ہے جب تم مستئ شہوت کی قوت سُن چکے تو اب سمجھو
کہ فرشتون کی مستی کے سامنے اس مستئ شہوت کی کچھ بھی حقیقت نہیں جب مستئ ملکی حاصل
ہو جاتی ہے تو وہ مستئ شہوت کو توڑ پھوڑ کر رکھہ دیتی ہے پس جسکو اسقدر تیز اور قوی مستی
حاصل ہو وہ معمولی مستئ شہوت کو کیا خاطر میں لاویگا اور الحمد للہ کہ وہ مستی مجھے حاصل ہے
اور اوسکی وجہ سے میں مستئ شہوت کو کچھہ بھی نہیں سمجھتا یوں ہی تو بھی وہ مستی حاصل کر۔

اور اس مستی کو چھوڑ تجھے یہ مستی اسلئے عزیز ہے کہ تو نے وہ مستی نہیں دیکھی کیونکہ قاعدہ ہی کہ جبتک آدمی شیریں پانی نہیں پیتا اسوقت تک وہ آب شور ہی کو نہایت لذیذ اور ایسا محبوب سمجھتا ہے جیسے آنکھہ کا نور لیکن جب وہ شیریں پانی پی لیتا ہے تو اوسکو منھ بھی نہیں لگاتا یاد رکھہ کہ شراب محبت حق اسقدر تند ہے کہ اوسکا ایک قطرہ پیکر دُنیاوی شراب اور اسکے ساقیوں سے بالکل سیری حاصل ہو جاتی ہے اور انکی طرف رُخ کرنے کو جی نہیں چاہتا اب تم اندازہ کر سکتے ہو کہ فرشتوں اور ارواح مقدسہ انسانیہ یعنی اہل اللہ میں مشاہدہ جلال کبریائی سے کیا کچھ مستیاں ہونگی کہ اونہوں نے تو اس شراب کے خم کے خم پیئے ہیں اب ہم ترقی کرکے کہتے ہیں کہ جن لوگوں کو محض اوسکی بُو سونگہ کر اس سے تعلق پیدا ہو گیا ہے انکی بھی یہ حالت ہو گئی ہے کہ دُنیا کے شراب کے خم کو توڑ ڈالا ہے پھر جن لوگوں نے اوسکو خوب سیر ہو کر پیا ہے اونکی کیا حالت ہو گی ہاں جنکو اسکی ہوا بھی نہیں لگی ہے اور وہ اس سے یوں نا اُمید اور دُور ہو گئے ہیں جسطرح ہر کر قبروں میں چھپ جانے والے کافر اور جو فلاح دارین سے نا امید ہو چکے ہیں اور اپنی راہ میں بے انتہا کانٹے بو چکے ہیں اگر اس شراب کی حقیقت نہ سمجھیں اور اوسکے سوا دیگر شرابوں اور مستیوں میں ہمہ تن منہمک ہوں تو کچھ بعید نہیں۔ ۴۲

شرح شبیری

بز کوہی کے بکری کو دیکھکر مستی اور اوسکا ایک پہاڑ سے دوسرے پر کودنا

آن بز کوہی بران کوہ بلند   بر دو داز بہر خورد بے درنگ

یعنی وہ بز کوہی اوس بلند پہاڑ پر غذا کے لئے بے خوف وخطر دوڑتا ہے۔

تا علف چیند بہ بنید ناگہان ۔ بازئ دیگر ز حکم آسمان

یعنی (وہ دوڑتا ہے) تاکہ گھاس چرے تو ناگہاں حکم آسمانی کی وجہ سے ایک اور بازی دیکھتا ہے وہ یہ کہ۔

بر کُہے دیگر بر اندازد نظر ۔ مادہ بز بنید بران کوہے دگر

یعنی اوس دوسرے پہاڑ پر نظر ڈالتا ہے تو اوس دوسرے پہاڑ پر مادہ بز کو دیکھتا ہے (تو بس یہ حالت ہوتی ہے کہ)

چشم او تاریک گردد در زمان ۔ بر جہد سرمست زین کُہ تا بدان

یعنی اوسکی آنکھ تاریک ہو جاتی ہے اوسوقت اور مست ہوکر اس پہاڑ سے دوسرے پر کودتا ہے ۴۳

آنچنان نزدیک بنماید ورا ۔ کہ دویدن گرد بالوعہ سرا

یعنی وہ پہاڑ اوسکو ایسا نزدیک معلوم ہوتا ہے جیسے کہ گھر کے چوبچہ کے گرد دوڑنا مطلب یہ کہ جسطرح کہ اوسکو پھلانگ جانا آسان ہوتا ہے اسیطرح وہ اس پہاڑ سے دوسرے پر کودکر پہونچ جانا آسان سمجھتا ہے۔

آن ہزاران گز دو گز نمایدش ۔ تا ز مستی میل جستن آیدش

یعنی وہ ہزاروں گز اوسکو دو گز دکھائی دیتا ہے یہاں تک کہ مستی سے کودنے کی رغبت اوسکو ہوتی ہے۔

چونکہ بجہد در فتد اندر زمان ۔ درمیان ہر دو کوہِ بے امان

یعنی جبکہ کودتا ہے تواُن دونوں بے اماں پہاڑون کے درمیان میں گرپڑتا ہے۔

او ز صیادان بہ کہ بگریخته خود پناہش خون اورا ریخته

یعنی وہ صیاد وںسے پہاڑ میں بھاگا تھا اور خود اوسکی پناہ نے اوسکا خون گرایا مطلب یہ کہ اگر میدان میں رہتا اور پہاڑ پر نہ جاتا توکیوں وہاں سے گرکر مرتا بلکہ اگر وہاں کودتا بھی مرتا تو

شستہ صیادان میان آن دوکوہ انتظار آن قضائے باشکوہ

یعنی اُن دونوں پہاڑون کے درمیان میں صیاد اُن قضائے باشکوہ کے انتظار میں بیٹھے ہوتے ہین بس وہ شکار کر لیتے ہیں مولانا فرماتے ہیں۔

باشد اغلب صید این بز این چنین ورنہ چالاکست و چست و خصم وبین

یعنی اکثر اوقات اس بکرے کا شکار اسطرح ہوتا ہے ورنہ یہ تو بڑا چاک وچست اور دشمن کا دیکھنے والا ہے۔

رستم ارچہ باسر و سبلت بود دام پاگیرش یقین شہوت بود

یعنی رستم اگرچہ بڑی مونچھ اور سر والا ہو مگر یقیناً اوسکی پاگیر شہوت ہوتی ہے یعنی خواہ کتنا ہی قوی کیوں نہ ہو مگر شہوت کے آگے وہ بھی مغلوب ہوجاتا ہے توبس اسیطرح ایک قسم کی مستی ہاروت ماروت کو تھی وہ بھی اسی وجہ سے پھنس گئے اور پھر جو گت بنی وہ ظاہر ہے اور مولانا اس قصہ کو بنار علی المشہور لکھ رہے ہیں کہ اگر ایسا ہو تو یہ قصہ یوں ہے اور اگر قصہ غلط ہو تو پھر مولانا کا بیان صرف تمثیل ہوجاویگا غرضکہ اسوقت اسکی صحت وغیرہ سے بحث نہیں ہے صرف اوسکے نتیجہ پر نظر ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہین کہ۔

ہمچو من از مستی شہوت بیر مستی شہوت بہ بین اندر ت

یعنی میری طرح مستی شہوت سے الگ ہوجاؤ اور مستی شہوت کو شتر کے اندر دیکھو مطلب یہ کہ بطور غوث بالنعمتہ کے فرماتے ہیں کہ جسطرح ہم نے شہوت کو ترک کردیا ہے اسیطرح تم بھی قطع کردو اور دیکھو شتر میں جو شہوت ہوتی ہے تو اوسوقت اوسکی کیا بُری گت نبتی ہے بس اسی کو اپنے اوپر قیاس کرلو۔

باز این مستیٔ شہوت در جہان پیش مستیٔ ملک شد مستہان

یعنی پھر یہ مستی شہوت جہان مین اوس مستی ملک کے آگے ذلیل ہوگئی۔ اسلئے وہ مستی عقل اس مستی شہوت سے زیادہ ہوتی ہے کیونکہ اسمین تو انسان کو کچھ دوسری طرف کی بھی خبر رہتی ہے مگر اوس میں تو دوسری طرف التفات ہی نہیں ہوتا یہ اوس سے بھی بڑھکر ہوئی۔

مستیٔ آن مستیٔ این بشکند او بہ شہوت التفاتے کے کند

۴۵

یعنی اوسکی مستی اسکی مستی کو توڑ دیتی ہے اور وہ شہوت کی طرف التفات کب کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ مولانا اس مستیٔ عقل کی جو کہ ملائکہ کو مشاہدۂ تجلیات سے ہوتی ہے رغبت دلارہے ہین کہ اوسکو حاصل کرو تو اوس سے یہ مستی شہوت زائل ہوجاویگی اور رغبت اسلئے دے رہے ہین کہ وہ فی نفسہ تو محمود ہی ہے اگرچہ ایک عارض کی وجہ سے ہاروت ماروت کو مضر ہوئی مگر فی نفسہ کوئی مضر نہیں ہے ورنہ تمام ملائکہ کو مضر ہوتی تو بس جبکہ وہ مضر بعارض ہے لہذا فی نفسہ وہ مطلوب ہوئی اور وہ عارض جو ہے وہ قابل اسکے ہوا کہ اوس سے حق تعالے کی درگاہ میں پناہ مانگے پس جبکہ حق تعالے کی مدد ہوگی تو انشاء اللہ پھر مضر نہوگی آگے فرماتے ہیں کہ۔

آب شیرین تا نخوردی آب شور خوش نماید چون درون دیدہ نور

یعنی جب تک کہ تم نے آب شیریں نہیں پیا ہے اوسوقت تک آب شور ہی ایسا اچھا معلوم ہوتا ہے جیسے کہ آنکھ میں نور اچھا معلوم ہوتا ہے آب شیرین سے مراد مستی حق اور

آب شور سے مراد مستیٔ شہوت مطلب یہ کہ جب تک اوسکی مستی کو دیکھا نہیں ہے اوسیوقت تک تم کو یہ مستیٔ دنیا بھلی معلوم ہو رہی ہے ورنہ جب اوسکو چکھہ لوگے تو پھر اس کی قدر بالکل جاتی رہے گی۔

قطرۂ از بادہ ہائے آسمان　　　بر کند جان را زمے و ساقیان

یعنی آسمانی شرابوں کا ایک قطرہ بھی جان کو (ان ظاہری) شراب اور ساقیوں سے الگ کر دیتا ہے پس جبکہ وس شراب کے ایک قطرہ میں یہ خاصیت ہے تو۔

تا چہ مستیہا بود املاک را　　　وز جلالت روجہائے پاک را

یعنی کیا کچھ مستی فرشتوں کو ہوگی اور جلالت کی وجہ سے پاک ارواح کو کیا کچھ ہوگی۔ اسلئے کہ اونکی تو یہ حالت ہے کہ۔

کہ ببوئے دل دران مے بستہ اند　　　خم بادہ این جہان بشکستہ اند

یعنی کہ بو پر اوس مئے کی دل باندھے ہوئے ہیں اور اس جہان کی شراب کے مٹکے توڑ دیئے ہین مطلب یہ کہ اُن لوگونکی یہ حالت ہے کہ اونھوں نے اس جہان کی مستیوں کو ترک کر دیا اور اوسی مستی اصل کی طرف دل لگا رکہا ہے تو اونکو کیا کچھ مستی ہوگی آگے انمیں سے استثنار منقطع کے طور پر کچھ مستثنےٰ فرماتے ہین کہ۔

جز مگر آنہا کہ نومیدند و دور　　　ہمچو کفار نہفتہ در قبور

یعنی مگر سوائے اونکے جو کہ نا امید اور دور ہین جیسے کہ کفار جو کہ قبور میں پوشیدہ ہیں مطلب یہ کہ جیسے کہ وہ لوگ ہین جو کہ کافر ہیں اور قبروں میں ہین وہ اس مستی سے بالکل نا امید اور دُور ہیں۔ اور اونکا تو ذکر ہی نہیں۔ ہاں جو کہ مست ہیں اون کو سب کچھ حاصل ہے اور کفار کی تو یہ حالت ہے کہ۔

تا اُمید از ہر دو عالم گشتہ اند　　خار ہائے بے نہایت کشتہ اند

یعنی وہ لوگ دونون عالم سے نا اُمید ہو گئے ہیں اور اُن لوگوں نے بے انتہا خار بوئے ہیں یعنی اعمال سیئہ کئے ہین لہذا اُنکو وہ مستی حاصل نہیں ہو سکتی آگے پھر قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

پس ز مستیہا بگفتند اے دریغ　　بر زمین باران بداد یے چو میغ

گستریدیے دران بیداد جا　　عدل و انصاف و عبادات و وفا

این بگفتند و قضا می گفت بایست　　پیش پایت دام ناپیدا بسے است

ہین مرو گستاخ در دشت بلا　　ہین مران کورانہ اندر کربلا

کہ ز موی و استخوان ہالکان　　می نیابد راہ پائے سالکان

جملہ رہ استخوان و موے و پئے　　بسکہ تیغ قہر لا شئے کرد شئے

گفت حق کہ بندگان ما رعون　　بر زمین آہستہ می رانند ہون

پا برہنہ چون رود در خار زار　　خبر بھل و فکر ہر پرہیز گار

۴۷

این قضا میگفت لیکن گوششان	بستہ بود اندر حجاب جوش شان
چشمہا و گوشہا را بستہ اند	جز مگر آنہا کہ از خود رستہ اند
جز عنایت کہ کشاید چشم را	جز محبت کہ نشاند خشم را
جہد بے توفیق جان کندن بود	زار زنی کم گرچہ صد خرمن بود
جہد بے توفیق خود کس را مباد	در جہان واللہ اعلم بالرشاد

۴۸ غرضکہ ہاروت و ماروت مست تھے اور مستی میں یہ کہہ رہے تھے کہ اے کاش ہم زمین پر بکثرت پانی برساتے اور اس محل ظلم پر ہم عدل و انصاف عبادتیں اور وفائے حق سبحانہ پھیلاتے وہ تو یہ کہہ رہے تھے اور انسانوں پر بیوفائی ظلم فسق وفجور کی تعریفیں کر رہے تھے لیکن قضا کہہ رہی تھی کہ ذرا دم لو تمہارے پاؤں کے سامنے بھی بہت سے جال ہیں جن سے تم بھی نہیں بچ سکتے یہاں سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو صحرائے امتحان میں ان فرشتوں کی طرح اکھڑپن سے نہ چلنا اور اس دشت سراپا مصائب میں اندھا دھند نہ گھسنا۔ اسمیں غفلت کے ساتھ چلنے کے سبب سے ہلاک ہونے والوں کے اسقدر بال اور ہڈیاں پڑی ہوئی ہیں کہ چلنے والوں کو راستہ بھی نہیں ملتا۔ چونکہ قہر حق سبحانہ نے بہت سے مغرورین اور عُجب رکھنے والوں کو ہلاک کیا ہے اسلئے تمام راہ میں ہڈیاں بال اور ڈھیے بھی پڑے ہوئے ہیں پس تم کبھی اپنی طاعات پر گھمنڈ اور عصاۃ کی تحقیر نہ کرنا کیونکہ بندگان مقبولین کی یہ شان نہیں ہے چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں عباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ہونا

(باقی آئندہ)

مدلول قوله يحدث فان
التحديث غير التحدث ثم
هو لا يذم مطلقا بل ما كان
من الدنيا واما ما كان من
الخير اى الدين فانه غير
مذموم لكنه مخصوص بالضرورى
وبه خرج الجواب عما يورد
على قول عمر رض انى لاجهز
جيشى وانا فى الصلوة واما
غير الضرورى فينفيه قوله
عليه السلام فى مثل هذا
الحديث مقبلا عليهما بقلبه
لان الاقبال على الصلوة
لا يجتمع مع الاقبال على غير
الصلوة وتجويز الضرورى هو
ما ادى عليه رائى اخذا
من قوله من الدنيا و
قوله الا بخير فى
هذا الحديث
وليراجع
الى المحققين

جیسا کہ یحدث کا لفظ اسپر دال ہے کیونکہ تحدیث
اور ہے اور تحدث اور (اور حدیث میں تحدث آیا
ہے) پھر وہ (حدیث النفس اختیاری بھی علی الاطلاق
مذموم نہیں بلکہ وہ (مذموم ہے) جو دنیا کی قبیل سے
ہو اور جو خیر یعنی دین ہے وہ مذموم نہیں لیکن یہ
(مذموم نہ ہونا) ضروری کے ساتھ خاص ہے اور
اسی سے اُس اشکال کا جواب نکل آیا جو حضرت
عمرؓ کے قول پر وارد کیا جاتا ہے کہ وہ فرماتے ہیں
کہ میں اپنے لشکر کی تیاری کیا کرتا ہوں اور نماز کی
حالت میں ہوتا ہوں (حاصل جواب یہی ہے کہ یہ
حدیث النفس گو اختیاری ہو مگر دین اور ضروری ہے)
باقی جو غیر ضروری ہو اُس کی نفی اس حدیث سے
ہوتی ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے
ایک ایسی ہی حدیث میں ارشاد فرمایا کہ اُن دو
رکعتوں پر اپنے قلب سے متوجہ ہے (اور یہ نفی
اس لئے (ہوتی ہے) کہ توجہ الے الصلوۃ توجہ الی
غیر الصلوۃ کے ساتھ مجتمع نہیں ہوتی اور اس ضروری
(دینی حدیث النفس) کے جائز رکھنے کی طرف
میری رائے کی رسائی ہوئی ہے جس کو من الدنیا
اور الا بخیر سے اخذ کیا ہے جو اس حدیث میں ہے
دوسرے محققین سے بھی رجوع کر لیا جاوے۔

۲۱

۲۲ الخشوع فی الصلوٰۃ والدعاء عقیبھا

الحدیث انما الصلوٰۃ تمسکن
ودعاء وتضرع ت ن بنحوہ
من حدیث الفضل بن عباس
باسناد مضطرب وتمامه
انما الصلوٰۃ تمسکن وتواضع
وتضرع وتاوہ وتنادم و
تقنع یدیک فتقول اللھم
اللھم فمن لم یفعل فھی
خداج قلت وفی الترغیب
باب الترھیب من عدم
اتمام الرکوع عن سنن الترمذی
والنسائی وصحیح ابن خزیمۃ
فی اٰخر الحدیث وتقنع یدیک
یقول ترفعھما الی ربک مستقبلا
ببطونھما وجھک وتقول یارب
یارب ومن لم یفعل ذٰلک فھی
کذا وکذا ای ناقص فی الفضیلۃ
لا فی الصحۃ قلت دل علی مطلوبیۃ الخشوع
فی الصلوٰۃ وعلی مشروعیۃ الدعاء
عقیب الصلوٰۃ کما ھو معتاد الصلحاء
والمصلین فان رفع الیدین فی

حدیث نماز تو ان چیزوں کا نام ہے اظہار مسکنت
اور دعا اور تضرع روایت کیا اس کو ترمذی نے
اور نسائی نے اس کے قریب قریب فضل بن
عباس کی حدیث سے باسناد مضطرب اور
پوری حدیث (احیاء میں) اس طرح ہے کہ نماز صرف
ان چیزوں کا نام ہے اظہار مسکنت اور تواضع
اور تضرع اور رقت قلب اور اظہار ندامت اور
یہ کہ دونوں ہاتھ اٹھا کر اللھم اللھم کہو (یعنی دعا کرو)
جو شخص ایسا نہ کرے اس کی نماز ادھوری ہے میں
کہتا ہوں کہ تقنع یدیک الخ کو ترغیب میں بھی
ترمذی اور نسائی اور صحیح ابن خزیمہ سے نقل کیا
ہے یعنی دونوں ہاتھ پروردگار سے دعا کرنے کے
لیے اس طرح اٹھاؤ کہ ہتھیلیوں کا رخ چہرہ کی طرف
ہے اور یارب یارب کہو اور جو ایسا نہ کرے اسکی
نماز ناقص ہے اور اس کے ترک کو جو موجب نقصان
فرمایا گیا ہے۔ یہ نقصان فضیلت میں ہے نہ کہ
صحت میں **ف** دو چیزوں پر اس سے دلالت
ہوئی ایک خشوع کا نماز میں مطلوب ہونا دوسرے
نماز کے بعد دعا کا مشروع ہونا جیسا صلحا اور
نمازیوں میں معتاد ہے کیونکہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا
نماز کے اندر تو ہو نہیں سکتا۔

الحدیث اذا صلیت فصل صلوۃ مودع ابن ماجہ من حدیث ابی ایوب والحاکم من حدیث سعد بن ابی وقاص وقال صحیح الاسناد والبیہقی فی الزھد من حدیث ابن عمرؓ ومن حدیث انسؓ بنحوہ **ف** فیہ تعلیم طریق تکمیل الصلوۃ بمراقبۃ احتمال کون ھذہ الصلوۃ اٰخر الصلوۃ وھو عجیب یشاھدہ من جرب۔

الحدیث حدیث عائشۃؓ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحدثنا ونحدثہ فاذا حضرتہ الصلوۃ کانہ لم یعرفنا ولم نعرفہ الازدی فی الضعفاء من حدیث سوید بن غفلۃ مرسلا کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا سمع الاذان کانہ لا یعرف احدا من الناس **ف** ھذا ھو الولہ والعشق الذی ینکرہ اکثر اھل الظاھر

حدیث جب تم نماز پڑھو تو اس شخص کی سی نماز پڑھو جو دنیا کو چھوڑنے والا ہو (اور اس وجہ سے اس نماز کو آخری نماز سمجھنے والا ہو) روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے ابو ایوب کی حدیث سے اور حاکم نے سعد بن ابی وقاص کی حدیث سے اور حاکم نے اس کو صحیح الاسناد کہا اور بیہقی نے زہد میں ابن عمرؓ کی حدیث سے روایت کیا اور انسؓ کی حدیث سے اس کے قریب قریب **ف** اس حدیث میں تعلیم ہے طریقہ تکمیل نماز کی اس مراقبہ سے کہ یہ احتمال رکھے کہ شاید یہ آخری نماز ہو اور یہ طریق عجیب ہے جو تجربہ کریگا مشاہدہ کرلیگا

حدیث حضرت عائشہ رضؓ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم سے باتیں کرتے اور ہم آپ سے باتیں کرتے مگر جب نماز کا وقت آجاتا تو آپ کی یہ حالت ہوجاتی گویا نہ آپ ہم کو پہچانتے ہوں اور نہ ہم آپ کو ازدی نے ضعفاء میں سوید بن غفلہ کی حدیث سے مرسلاً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اذان سنتے تھے تو یہ حالت ہوجاتی کہ گویا آپ کسی کو بھی نہیں پہچانتے **ف** یہ وہی از خود رفتگی اور عشق ہے جسکے اکثر اہل ظاہر منکر ہیں (اور صوفیہ اسکے قائل ہیں)

طریق تکمیل الصلوۃ

۲۳

الولہ والعشق

الحدیث لا ینظر اللہ الی صلوۃ لا یحضر الرجل فیہا قلبہ مع بدنہ لم اجدہ بھذا اللفظ وروی محمد بن نصر فی کتاب الصلوۃ من روایۃ عثمان بن ابی دھرش مرسلا لا یقبل اللہ من عبد عملا حتی یشھد قلبہ مع بدنہ ورواہ ابو منصور الدیلمی فی مسند الفردوس من حدیث ابی بن کعب و اسنادہ ضعیف۔

حدیث اللہ تعالے ایسی نماز کی طرف نظر بھی نہیں فرماتے جس میں آدمی اپنے قلب کو اپنے بدن کے ساتھ حاضر نہ کرے میں نے اس حدیث کو ان لفظوں سے نہیں پایا اور محمد بن نصر نے کتاب الصلوۃ میں عثمان بن ابی دھرش کی روایت سے مرسلاً یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالے کسی بندہ سے کوئی عمل قبول نہیں فرماتے۔ یہانتک کہ اس کا قلب اس کے بدن کے ساتھ حاضر ہو اور اس کو ابو منصور دیلمی نے مسند الفردوس میں ابی بن کعب کی حدیث سے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد ضعیف ہے۔

۲۲ اشتراط احضار القلب شرطا للقبول — احضار قلب کا شرط قبول ہونا

ف فیہ دلالۃ صریحۃ علی کون احضار القلب الاختیاری لا الحضور الغیر الاختیاری شرطا لقبول الطاعۃ۔

ف اس میں صریح دلالت ہے اس پر کہ قلب کا حاضر رکھنا جو کہ فعل اختیاری ہے شرط ہے قبول طاعت کی نہ کہ قلب کا حاضر رہنا جو کہ امر غیر اختیاری ہے (اور احضار کا شرط نہ کہنا تفریط ہے اور حضور کا شرط کہنا افراط ہے)۔

الحدیث رای رجلا یعبث بلحیتہ فی الصلوۃ وقال لو خشع قلب ھذا لخشعت جوارحہ ت الحکیم فی النوادر من حدیث ابی ھریرۃ

حدیث آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز میں ڈاڑھی سے شغل کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر اس کا قلب خشوع والا ہوتا تو اس کے جوارح بھی خشوع والے ہوتے۔ اس کو حکیم ترمذی نے نوادر میں ابو ہریرہ رضی سے سند ضعیف سے

(باقی آئندہ)

(۹) خانصاحب نے فرمایا کہ حاجی منیر خان صاحب خانپوری (یہ صاحب مولوی محمد یعقوب صاحب برادر خورد جناب مولوی محمد اسحٰق صاحب ملقب بہ چھوٹے میاں سے بیعت تھے) اور فیض محمد خانصاحب نواب وتاولی اور میانجی محمدی صاحب (یہ میرے استاد اور سید صاحب سے بیعت تھے اور اورنگ آباد کے رہنے والے تھے) اور نواب قطب الدین خانصاحب اور میاں رحیم داد صاحب خورجوی اور مولوی یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ یہ لوگ میں نے ایسے دیکھے جنکی ولایت کیلئے کسی ثبوت کی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ انکے چہروں ہی سے دیکھنے والوں کو معلوم ہو جاتا تھا کہ یہ حضرات اولیاء اللہ ہیں۔ اسپر میں ایک بات سناتا ہوں۔ مراد آباد کی شاہی مسجد میں ایک صاحب امام تھے مجھ سے ان سے بہت ملاقات تھی اور وہ مجھ سے بہت محبت کرتے تھے۔ قرآن بہت اچھا پڑھتے تھے حج بھی بہت کئے تھے مگر ہمارے بزرگوں کے ساتھ ان کو عقیدت نہ تھی بلکہ کچھ سوء عقیدت تھی ایک روز کسی پنجابی صاحب کے یہاں مولوی محمد یعقوب صاحب قدس سرہ کی دعوت تھی دعوت میں میں بھی شریک تھا اور وہ امام صاحب بھی اور ہم لوگ دروازے کے قریب بیٹھے تھے جب کھانے سے فراغت ہو چکی تو ہم دونوں باہر آکر کھڑے ہو گئے تھوڑی دیر میں مولانا محمد یعقوب صاحب کسی سے باتیں کرتے ہوئے اور مسکراتے ہوئے نکلے امام صاحب نے جو مولانا کی صورت دیکھی تو آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور کہا کہ مجھے ان حضرات سے ناحق بداعتقادی تھی۔ انکی نورانی صورت انکی ولایت پر خود شاہد ہے ایسی نورانی صورت خدا کے خاص بندوں کے سوا دوسروں کی نہیں ہوسکتی اور اون پر اسوقت ایک حالت طاری ہوئی جس سے وہ بیتاب ہو گئے اور ہائے ہائے کہتے ہوئے اونہوں نے مولانا کے قدم پکڑ لئے اور بہت روئے۔ ۹

حاشیہ حکایت (۹) قولہ ان کی نورانی صورت اقول قال الرومی۔ ۵

نور حق ظاہر بود اندر ولی ✤ نیک بین باشی اگر اہل دلی قال الکاندہلوی کا ترجمہ ۵
مرد حقانی کی پیشانی کا نور ✤ کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور ✤ (تشت)

(۱۰) خانصاحب نے فرمایا کہ مجھ سے قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی اور مولوی

اعظم علی صاحب مراد آبادی نے بیان فرمایا کہ میاں صاحب (شاہ محمد اسحٰق صاحب کا
لقب ہے) فرماتے تھے کہ ہم نے ان العبد لیعمل بعمل اهل النار ثم یسبق علیه القدر
فیعمل بعمل اهل الجنة و یدخل الجنة کا مصداق اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا واقعہ اسکا
یہ ہے کہ نانا صاحب (شاہ عبد العزیز صاحبؒ) کے دربار میں ایک پنڈت حاضر ہوا کرتے
تھے جو کہ لڑکپن کے زمانے سے اونکے دوست تھے۔ ہم ان کو نانا کہا کرتے تھے ان کا
معمول تھا کہ وہ روزانہ صبح کو مدرسہ میں آتے اور کنوئیں پر نہاتے اور سورج پر جل چڑھاتے
یہ بات ہم کو گراں تھی مگر ادب کی وجہ سے ہم کچھ نہ کہہ سکتے اب نانا صاحب کا انتقال
ہو گیا اور مدرسہ کا اہتمام ہمارے ہاتھ میں آیا اور ان پنڈت کا وہی معمول رہا مگر ہم اب
بھی کچھ نہ کہہ سکے ایک روز کا واقعہ ہے کہ وہ کنوئیں پر سورج کی طرف منہ کئے اور
ہاتھ میں لٹیا لئے سورج پر جل چڑھانے کے لئے کھڑا تھا مگر چڑھایا نہ تھا اتفاق سے میں
پہونچ گیا میں نے اسوقت کے قاعدے سے اسے سلام کیا اونے مجھے دعا دی اور کہا
بیٹا یہاں آؤ میں گیا تو اوس نے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ ہماری تمہارے نانا سے بچپن
کی دوستی ہے اور وہ دوستی اونکے انتقال کے وقت تک برابر قائم رہی اور آنا جانا
اٹھنا بیٹھنا میل ملاپ بہت کچھ رہا مگر نہ انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم مسلمان ہو جاؤ اور نہ
مجھے کبھی اسکا خیال ہوا لیکن آج آپ ہی آپ میرا دل بے چین ہے اور بیساختہ جی چاہتا ہے۔
کہ میں مسلمان ہو جاؤں۔ کیونکہ میں ہمیشہ سے سورج کی پرستش کرتا ہوں۔ لیکن آج مجھے
خیال آیا کہ جب ہم چاہتے ہیں چلتے ہیں اور جب چاہتے ہیں آرام کرتے ہیں اور جہاں
چاہتے ہیں جاتے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں نہیں جاتے مگر سورج ہے کہ ہر دن مارا مارا پھرتا ہے نہ وہ ایک دم کیلئے
ٹھہر سکتا ہے اور نہ وہ اپنی معینہ چال کے خلاف چل سکتا ہے پس معلوم ہوا کہ وہ تو
ہم سے بھی زیادہ مجبور اور زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے اور ہرگز قابل پرستش نہیں نیز معلوم
ہوا کہ دین اسلام دین حق ہے پس بیٹا تم مجھے مسلمان کر لو۔ گو میں اسلام کی باتیں
جانتا ہوں مگر میں چاہتا ہوں کہ تمہارے ہاتھ پر اسلام لاؤں تاکہ تم میرے اسلام کے
گواہ رہو۔ میں نے کہا آپ کو ختنہ کرانی پڑیگی اوس نے کہا جو کچھ تم کہو گے میں سب کچھ

کرونگا الحاصل میں نے اسے مسلمان کیا اور اوسکی ختنہ کرائیں۔ اوسنے یہ بھی کہا کہ میرے بیٹا بیٹی نہیں ہاں پوتے نواسے ہیں مگر جب مین مسلمان ہو جاؤنگا تو وہ سب میرے مخالف ہو جائینگے۔ اسلئے میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے اپنے یہاں رہنے کے لئے جگہ دیدو کھانے پینے کیلئے میرے پاس بہت کچھ ہے میں نے کہا کہ اگر آپ کا جی چاہے تو مال بھی اپنے پوتوں وغیرہ ہی کو دیدیجئے میں آپ کی اپنے نانا کی طرح خدمت کرونگا۔ الغرض میں نے انکو رہنے کو جگہ دیدی۔ اور انکی خدمت کرتا رہا۔ وہ چالیس روز زندہ رہے اور اسکے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

حاشیہ حکایت (۱۰) **قولہ** ادب کی وجہ سے **اقول** یعنی حضرت شاہ صاحب کے ادب کی وجہ سے۔ **قولہ** مگر ہم اب بھی کچھ نہ کہہ سکے **اقول** یہ بھی اسی ادب حیات کا غلبہ تھا جسکا اثر بعد وفات بھی رہا اور اسکا ادراک اہل وجدان کو ہوتا ہے اور چونکہ اس فعل میں حضرت میاں صاحب کا کوئی دخل نہیں نہ تسبباً نہ رضاءً اس لئے کوئی اعتراض بھی نہیں ہو سکتا رہا یہ کہ نہی عن المنکر تو فرما سکتے تھے سو یہ نہی توقع قبول کے وقت واجب ہوتی ہے ورنہ نہیں رہا استحباب سو عجب نہیں حضرت بڑے شاہ صاحب کے سکوت کا کسی حکمت پر اجمالاً محمول فرما لینا یہ مانع ہوا ہو اتیان مستحب سے اور تعیین اس حکمت کی واقعہ کے اخیر جزو سے کہ اوس پنڈت کا مسلمان ہو جانا ہے ہو سکتی ہے یعنی حضرت شاہ صاحب کو مکشوف ہو گیا ہو کہ اگر اسکے ساتھ سختی نہ کیجاوے تو ممکن ہے کہ اس نرمی سے اوسکے قلب میں اسلام کی الفت پیدا ہو جاوے چنانچہ وہ اس دولت سے آخر مشرف ہوا۔

قولہ اسے سلام کیا **اقول** کافر کو سلام ضرورت یا معتد بہا مصلحت سے یا کسی حال محمود کے غلبہ سے جائز ہے اور احتمال ثالث پر وہ غلبۂ حال ادب تھا حضرت شاہ صاحب کا **قولہ** نہ انہوں نے مجھ سے کہا کہ مسلمان ہو جاؤ **اقول** مکشوف ہوا ہوگا۔ کہ اسکے اسلام کا فلاں وقت معین ہے اسلئے اس سے پہلے توقع قبول نہ تھی اور عدم توقع کے وقت امر بالمعروف کا ضروری نہ ہونا ابھی مذکور ہوا ہے **قولہ** ختنہ کرانا پڑیگی۔

اقول یہ بطور شرط اسلام کے نہیں فرمایا بلکہ حکم اسلام کے طور پر فرمایا یعنی اگر کوئی اس عمل پر آمادہ نہ ہو اسلام کی تو اوسکو بھی تلقین کردی جاویگی لیکن اسلام کا یہ حکم پھر بھی تبلایا جاویگا اور بالغ کے بدن کو ختنہ کی ضرورت سے دیکھنا اسمیں گو اختلاف ہے مگر بہت فقہا نے اسکے جواز کو راجح بھی کہا ہے۔ (**شت**)

(۱۱) خانصاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ جسکو میں بیان کرنا چاہتا ہوں میں نے مولوی عبدالقیوم صاحب سے بھی سُنا ہے اور مولانا گنگوہی سے بھی اور مولانا نانوتوی سے بھی اور اپنے استاد میانجی محمدی صاحب اورنگ آبادی سے بھی اور آخر مین حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی سنا ہے بڑے میاں (مولوی محمد اسحق) صاحب اور چھوٹے میاں (مولوی محمد یعقوب) صاحب دونوں بھائی جب مکہ میں حرم میں داخل ہوتے تو دروازہ پر جوتہ چھوڑ جاتے مگر باوجود اسکے کہ وہاں جوتہ کا محفوظ رہنا نہایت مشکل ہے اور سینہ کے سامنے سے اور سر کے سامنے سے خاص حرم کے اندر سے جوتہ اٹھ جاتا ہے۔ اونکا جوتہ کبھی چوری نہیں گیا۔ یہ واقعہ دیکھکر لوگ متعجب ہوتے اور ان حضرت سے پوچھتے کہ کیا وجہ ہے کہ آپ حضرات کا جوتہ چوری نہیں جاتا وہ فرماتے کہ جب ہم جوتہ اتارتے ہیں تو چور کے لئے اسکو حلال کرجاتے ہیں اور چور کی قسمت میں حلال مال نہیں اسلئے وہ انہیں نہیں لے سکتا۔ یہ قصہ بیان فرماکر خانصاحب نے فرمایا کہ میں نے یہ قصہ مولوی محمود حسن صاحب سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ اصل میں تعلیم تھی شاہ عبدالقادر صاحب کی جب شاہ صاحب کے زمانہ میں اکبری مسجد میں سے جوتے چوری جانے لگے تو شاہ صاحب نے لوگوں سے فرمایا کہ تم اپنے جوتے چوروں کے لئے حلال کردیا کرو پھر وہ انہیں نہ لیں گے اھ۔

۱۲

حاشیہ حکایت (۱۱) قولہ جوتہ کا محفوظ رہنا نہایت مشکل ہے **اقول** غالباً اوسوقت بوابین کا انتظام نہ ہوگا جیسا اب ہے جس سے بہت سہولت ہے اور اندر جو کبھی جوتہ اٹھ جاتا ہے یہ اٹھانے والے اکثر آفاقی ہوتے ہیں **قولہ** چور کیلئے اسکو حلال کرجاتے ہیں اور چور کی قسمت میں حلال مال نہیں۔ **اقول** حقیقت اس حکمت کی ایک نکتہ اکثریہ

(باقی آئیندہ)

پہلا مژدہ

حنفیہ کے ذمہ ہمیشہ سے یہ غیر واقعی الزام تہا کہ انکے پاس احادیث بہت کم ہیں حتی کہ بعض نے یہی کہدیا کہ انکے پاس صرف تین چار ہی حدیثیں ہیں اسکے جوابات مختلف زمانوں میں مختلف حضرات نے ہمیشہ دیئے مگر اس زمانہ میں چونکہ بعض فرقے ایسے پیدا ہوئے ہیں کہ جو حنفیہ پر طعن و تشنیع سے کام لیکر اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں اور عوام کو بہکاتے ہیں اسلئے ایک ایسی کتاب کی ضرورت محسوس ہوئی کہ جسمیں مسائل فرعیہ کے دلائل میں جو احادیث حنفیہ کی مستدل ہیں اونکو یکجا جمع کر دیا جاوے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس کتاب کی تالیف سنہ ۲۶ھ میں شروع ہوئی اور سنہ ۲۷ھ میں اسکا پہلا حصہ بنام احیاء السنن شائع بھی ہوگیا اور ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو کر ختم ہوگیا اب اس کتاب کا دوسرا حصہ مسمے بہ اعلاء السنن چھپکر تیار ہوگیا ہی اسکے بھی بہت کم نسخے رہگئے ہیں۔ اصل کتاب عربی میں اس طرح ہے کہ اوپر حدیث نقل کرکے اسکے نیچے جو مسئلہ اس سے مستنبط ہوتا ہے اوسکی تقریر کر دی گئی ہے۔ یہ تقریر عربی میں ہے اور مفصل ہے اور حاشیہ پر زبان اردو میں اون احادیث کا ترجمہ اور تقریر کا ماحصل درج کر دیا گیا ہے تاکہ عوام بھی اوس سے فائدہ اٹھا کر بہکانے والوں کے شر سے محفوظ رہیں۔ جلدیں بہت کم باقی ہیں جلد منگا یئے۔ قیمت دو روپے چار آنے۔ (۲؍۴)

رعایت

آخر شوال سنہ ۱۳۴۳ھ تک ایک روپیہ بارہ آنے (۱؍۱۲) محصولڈاک ۵

المشتہر

(صوفی) عبدالقادر ناظم امداد المواعظ مقیم خانقاہ امدادیہ تہانہ بھون ضلع مظفر نگر

پتہ دیگر

محمد عثمان مالک کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلان دہلی

دوسرا مژدہ

حق تعالے کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ وہ تمنا جو ۱۳۳۲ھ سے دلمین تھی اور اُسکی تکمیل کیلئے دل بے اختیار تھا ۱۳۴۱ھ میں پوری ہوئی کہ کتاب مستطاب مسمی بہ کلام الملوک جو کہ حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین کے نظم ملفوظات کا مجموعہ ہونے کے اعتبار سے ملوک الکلام ہے طبع ہوکر اہل علم کی خدمت میں پیش ہوگئی یہ مجموعہ بفضلہ تعالے جسطرح کلام صحابہ ہونے کی وجہ سے بیشمار انوار و برکات پر مشتمل ہے اسیطرح ایک ممتاز درجہ کی ادبی کتاب بھی ہے اور چونکہ ہر کلام کے اول مین مختصراً اوسکا موقع بھی لکھا گیا ہے اسلئے ایک مختصر تاریخی کتاب بھی ہے اور مضامین کی خصوصیات کے جو فوائد ہین مثل مدح نبوی اور مدح صحابہ اور انکے کارنامے اور انکی جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت وغیرہ اون کے علاوہ ہے۔ عام شایقین کے نفع کے لئے ان اشعار کا اردو سلیس ترجمہ بھی حاشیہ پر لکھدیا گیا ہے تاکہ اردو خوان حضرات بھی ان برکات سے منتفع ہوسکیں۔

مشورۂ مفید

اس خزینہ طیبہ کو اگر حضرات اہل علم خصوص مہتمین اپنے مدارس مین داخل درس فرماویں تو اسکا نفع تام ہوجاوے اور تاجر اگر اسکی قیمت میں رعایت کا لحاظ رکھیں تو انشاء اللہ نفع عام ہوجاوے۔ اس مجموعہ مبارکہ کا ہدیہ تین روپے آٹھ آنے ہے اور مدرسین وطلبہ کے لئے حسب مشورۂ حضرت حکیم الامت دام ظلہم برعایت خاص آخر شوال ۱۳۴۳ھ تک (عہ/) علاوہ محصولڈاک ہے (محصولڈاک ۷/)

المشتہر

(صوفی) عبد القادر ناظم امداد المواعظ مقیم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

پتہ دیگر

محمد عثمان مالک کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلان دہلی